بجملہ حقوق محفوظ

فروری ۱۹۰۷ء

نمبر

مخزن

ایڈیٹر شیخ عبدالقادر بی۔اے

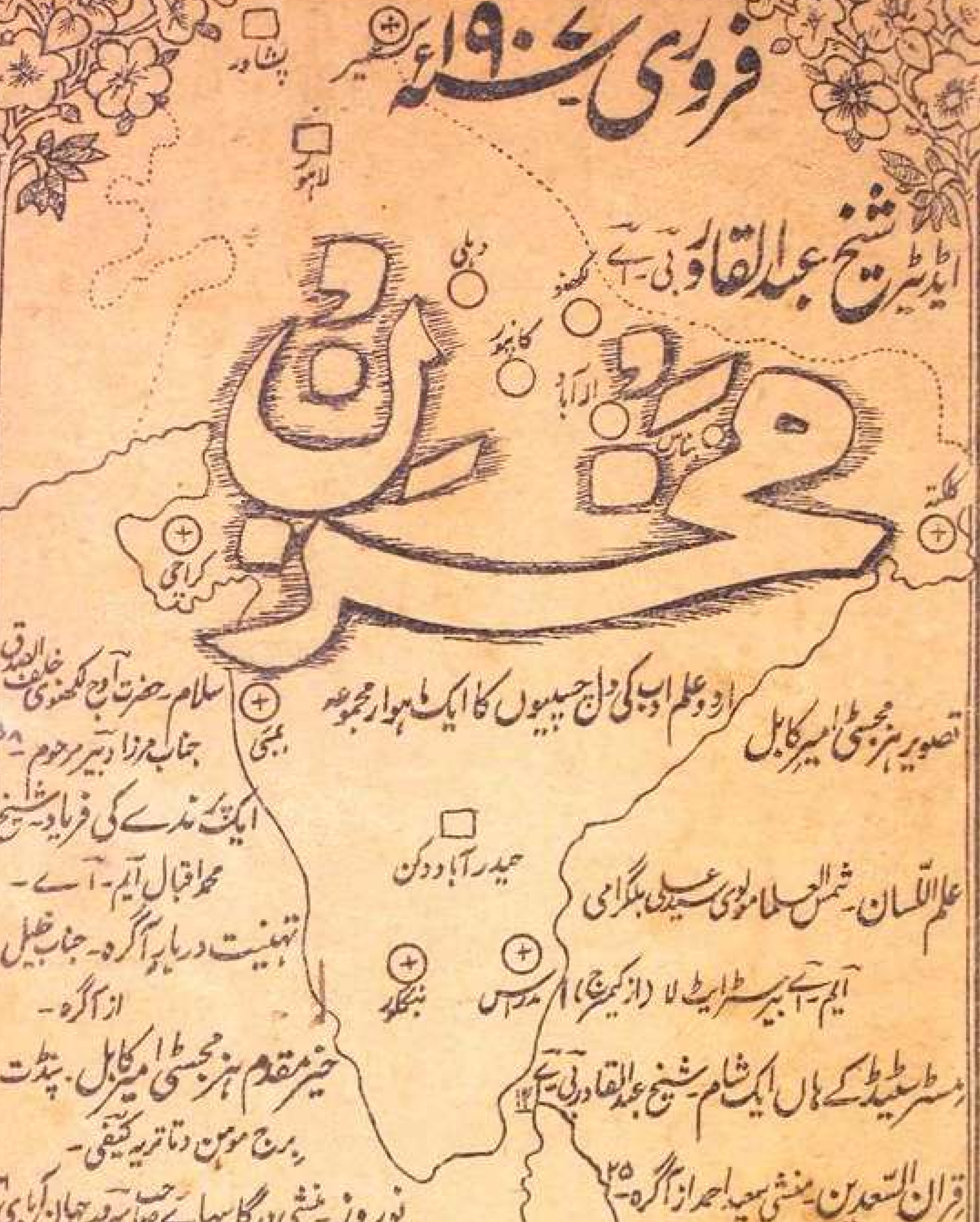

اردو علم ادب کی ترقی چاہنے والوں کا ایک ماہوار مجموعہ

تصویر ہز مجسٹی امیر کابل

سلام۔ حضرت آوج لکھنوی خلف الصدق جناب مرزا دبیر مرحوم ۔ ۵۸

ایک پرندے کی فریاد۔ شیخ محمد اقبال ایم۔ اے۔

تہنیت دربار آگرہ۔ جناب خلیل از آگرہ۔

علم اللسان۔ شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی ایم۔ اے بیرسٹرایٹ لا (از کیمبرج)

مسٹر سٹیڈ کے ہاں ایک شام۔ شیخ عبدالقادر بی اے ۱۲

خیر مقدم ہز مجسٹی امیر کابل۔ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی۔

قران السعدین۔ منشی سعید احمد از آگرہ۔ ۲۵

نوروز۔ منشی درگا سہائے صاحب سرور جہان آبادی۔ ۶۶

حضرت دل کی سوانح عمری۔ سید سجاد حیدر صاحب بی۔ اے (از بغداد)

سچے دوست۔ مولوی سید محمد فاروق صاحب از حیدرآباد دکن۔ ۶۷

خواب و خیال۔ محمد دلاور شاہ صاحب فصیح (از دہلی) ۶۹

تازہ غزلیں ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۷۱

دس کروڑ ہندوستانی اردو بولتے ہیں اور اسی قدر اور ہندوستانی اردو سمجھتے ہیں۔

ان شہروں میں اردو مادری زبان ہے۔ ان شہروں میں اردو مروج ہے۔ ان شہروں میں اردو سمجھی جاتی ہے۔

باہتمام شیخ محمد اکرام مخزن پریس لاہور میں چھپکر شائع ہوا

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک (قسم اول) ۲ روپے فی پرچہ ۴ر

اطلاع

یہ چک کیسا ہے

اپنی دوا کے ساتھ ہم ایک چک بھی کاٹ دیتے ہیں جو
فائدہ نہ ہونے کی حالت میں ایک روپیہ بنک سے
واپس لادیگا

یہ کارخانہ آج پُورے پچاس برس سے ملک میں طبی خدمات کا
ذمہ دار ہے۔ علاوہ ہزارہا قابلِ قدر سندات کے گورنمنٹ
عالیہ نے سنہ ۱۹۰۵ء میں اس قوم کے ہیڈ شیخ خیرالدین صاحب
آنریری مجسٹریٹ و میونسپل کمشنر کو بصد خدمات
امراض وبائیہ ایک نہایت شاندار بیش قیمت
طلائی گھڑی مرحمت فرما کر اپنی خوشنودی
ظاہر کی تھی۔ دواؤں کی خوبی اور انکے
اوصاف کرشمہ کی بجائے ہم ہر دوا کے ساتھ آپکو ایک چک

پنجاب کوآپریٹو بنک لمیٹڈ لاہور

خاص

عجائبات

کے نام دینگے۔ دوا کے باقاعدہ استعمال
کے بعد اگر آپ کو فائدہ نہ ہو تو
آپ یقیناً اس امر کے مجاز ہیں کہ
وہی چک براہِ راست مذکورہ
بالا بنک میں بھیج کر ہمارے کھلے
ہوئے حساب میں سے روپیہ واپس
لے لیں۔ بس اس سے زیادہ
آسان اور کھرا طریقہ
ناممکن ہے

شیخ خیرالدین رحیم بخش دواساز ان مالک شفاخانہ یونانی و ڈاکٹری لاہور

HIS MAJESTY AMEER HABIB ULLAH KHAN, G.C.M.G.

آمد آمد

این بشارت سحر از نالۂ قلقل آمد — وقتِ بلبل شدنِ طوطی و بلبل آمد

شاہِ خاور بہ جہاں سکّہ بہ زر زد یعنی — شاہدِ گل بہ گلستاں بہ تجمّل آمد

غنچہ بشگفت و چمن رشکِ جناں شد گوئی — مژدۂ دولتِ وصلِ گل و بلبل آمد

چہرہ پرداز چمن ہیں کہ پس از سالِ دراز — ہمہ ناز آمد و با حسن و تجمّل آمد

سحر آئینہ بہ دست آمدہ بر روئے سمن — تا صبا شانہ کشِ طرّۂ سنبل آمد

طالعِ خفتہ سر از بالشِ غفلت برداشت — بختِ بیدار عناں تابِ تغافل آمد

قد برافراختہ سرو آمد و شمشاد و چنار — رخ برافروختہ بر کرسیٔ زرِ گل آمد

تو نباداں کہ چنیں جلوہ فروش اند بہ باغ — خاک با نظمِ ثریّا بہ تقابل آمد

شکرِ تشریفِ بہارست کہ در مقدمِ گل — از چمن نغمہ و از میکدہ قلقل آمد

زد رقم بر ورقِ لالہ و گل جوشِ بہار — بیش ازاں نقش و صور کاں بہ تخیّل آمد

کے بہ اسرارِ چمن پے برد افکارِ حکیم — عقل سرگشتہ و حیراں ز تعقّل آمد

سبزہ تا برگ و بر و نخل بر ایں متّفق اند — نقدِ دولت بہ کف از سعی و تحمّل آمد

زیں معمّا کہ بہ حکمت بکشاد است نسیم — حاصل آنست کہ حکمت بہ تأمّل آمد

حسن محتاجِ وسیلت نہ بود با غیرے — گل بہ بالیدگیٔ خود بہ توسّل آمد

شوقِ کامل نہ کند تکیہ بہ رہ داریٔ خضر — خاک جوشید و بہ صد مشتِ زرِ گل آمد

غنچہ خندید و بہ گل گفت علی الرغم اینجا — گنج از سابقۂ کنجِ توکّل آمد

نقدِ عیش ست بہ آفاق بدیں ارزانی — بہ دماغِ فلک از غصّہ تخلّل آمد

کارِ عشرت بہ جہاں یافتہ چنداں رونق — عارف از صومعہ بیروں بہ تجاہل آمد

کشتِ شاداب[۱] چمن دل کش و دہقاں سرخوش — دورِ عشرت ز سرِ نو بہ تسلسل آمد

دولت آباد بود ہند زمینِ قدمش — تا بہ مہمانیٔ شہ[۱] خسروِ[۲] کابل آمد

گرچہ چندے بہ سلاکِ غزل آزاد کشید
شور برخاست مگر بلبلِ آمل آمد

[۱] تھم منہ اولڑ دو معتم
[۲] ہز ہائنس میر عثمان علی خاں

حررہ عظیم آبادی

مخزن

عِلم اللِّسان

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

(۲)

ف ۱۲ - اختلاف السِنہ کے جن اسباب کا ذکر ہو چکا ہے وہ سب عام ہیں اور ہر ایک زبان میں پائے جاتے ہیں لیکن بعض اوقات اسباب اتفاقی بھی زبان میں تغیر عظیم پیدا کر دیتے ہیں - مثلاً ٹھٹی کے باشندوں میں رسم ہے کہ جب نیا پادشاہ تخت پر بیٹھتا ہے تو تعظیماً اُس کے نام کے کُل اجزا زبان کے تمام لفظوں میں سے نکال ڈالے جاتے ہیں اور اُن کی جگہ دوسرے حروف بلا قید و قاعدہ لگا دئے جاتے ہیں اس رسم کو ٹی - پی کہتے ہیں مثلاً اگر پادشاہ کا نام ٹُو ہے تو حرف ٹُو جس کے معنے کھڑے ہونے کے ہیں تعظیماً ٹیا بنجاتا ہے اور فی ٹُو ستارہ فی ٹیا اور ٹُوپا پولاش ٹیا پاپو ہو جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس قسم کے حرفی تبدل اور تغیر سے ساری زبان پر اثر پہونچتا ہے اور بتدریج ساری زبان بدلتی رہتی ہے - اسیطرح کافریرہ کی عورتوں کی زبان بالکل مردوں سے علیحدہ ہے کیونکہ اُن میں رسم اس بات کی ہے

کہ اپنے مرد عزیزوں اور شوہروں کے نام نہیں لیتیں۔ اور اُن کے ناموں کی تعبیر اور حروف سے کرتی ہیں ہندوستان کی عورتیں بھی اپنے شوہرونکو میاں۔ کے باپ اور آپ اور وہ اور جی کے لفظوں سے تعبیر کرتی ہیں۔ اور لڑکوں کے عرف اور گھریلو نام رکھتی ہیں۔ تاکہ شوہر یا شوہر کے بزرگوں کا نام نہ لینا پڑے غرض تغیر و تبدل زبان کے اسباب انواع و اقسام کے ہیں اور جوں جوں اقوام وحوش کی زبانوں کی تحقیق بڑھتی جاتی ہے اوسیقدر اور اور نئے اسباب پیدا ہوتے جاتے ہیں +

ف ۲۲ پروفیسر اڈلنگ کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ کل زبانیں اور محاورات جو تمام عالم میں مروج ہیں تین ہزار سے چار ہزار تک ہیں لیکن ان السنہ کے لغات اور صرف و نحو کے مقابلہ کرنے سے یہ بات ظاہر ہے کہ ان کی تقسیم چند شعب میں ہو سکتی ہے +

ف ۲۳ قبل اس کے کہ طبقات السنہ کا ذکر ہو ضرور ہے کہ تھوڑا سا بیان اقوام و شعب بنی نوع انسان کا کیا جائے کیونکہ وہ زبان جس سے یہاں بحث کی گئی ہے وہ خاص انسان کی زبان ہے اور حیوانات کی بولیوں سے اُن کے محسوسات جسمانی اور بعض صورت میں محسوسات رُوحانی کیسقدر کیوں صاف نہ ظاہر ہوں مگر اُن بولیوں پر زبان کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ علاوہ اس کے اختلاف السنہ خواہ یہ اختلاف بلحاظ لغات کے ہو یا بہ لحاظ زبان کے ناقص یا کامل ہونے کے موقوف ہے اختلاف اقوام و شعب یا اونکی مرزبوم و طریق معاشرت اور تمدن اور علم و معلومات پر جسقدر قوم مہذب اور متمدن ہو گی اور اُس کی معلومات زیادہ ہو گی اوسیقدر اُس کو توسیع زبان کی ضرورت پڑیگی +

ف ۲۴ اس مقام پر یہ بحث نہیں کی جاوےگی کہ انسان کس طرح عدم سے وجود میں آیا لیکن اتنا کہدینا ضروری ہے کہ از روے فن جیالوجی و متحجرات انسان کا نہایت قدیم ہونا ثابت ہے بعض جیالوجسٹوں کی رائے ہے کہ انسان کو دنیا میں آئے ہوئے اقلاً بیس ہزار سال ہوئے ہیں انسان کی قدامت کا استنباط ان آثار قدیمہ سے ہوتا ہے جو انسان سے مختص ہیں اور دوسرے حیوانات میں نہیں پائے جاتے اور اس قسم کے آثار قدیمہ اکثر غاروں میں ملے ہیں اور معادن غلڑی اور کوئلہ کی کانیں کے کھودتے ہیں نکل آتے ہیں اور اُنکی ہیئت مجموعی کو اُن امور متعارفہ سے جو فن جیالوجی میں ثابت ہوچکے ہیں تطبیق دینے سے ٹھیک زمانہ اُن کا معلوم ہوسکتا ہے یہ بجنسہ ویسا ہی ہے جیسا سکوں سے اُس زمانہ کی تاریخ کا معلوم کرنا جب وہ سکے بنے ہیں اور اصل یوں ہے کہ علم سکہ جات اور علم متحجرات میں حد درجہ کی مطابقت اور مناسبت ہے - فرق اسی قدر ہے کہ وہ تاریخ جس کو جیالوجسٹ متحجرات کے مطالعہ سے دریافت کرتا ہے کہیں زیادہ قدیم اور دلچسپ ہے اور ہم کو اُس قدیم الایام کی سیر کراتی ہے جہاں مورخ واقعات انسانی کا کبھی خیال بھی نہ پہونچ سکے +

ف ۲۵ اب اس کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے وسط فرانس میں جو اب معتدل آب وہوا کا بلکہ گرم ملک ہے ایک غار کے اندر کچھ ہڈیاں ایسے جانوروں کی جو اب مفقود ہیں نکلیں اور منجملہ اُن کے ایک تصویر فیل و دندان کی تختی پر - یہ تصویر ہاتھی کی ہے اور چونکہ استقرار سے معلوم ہوا ہے کہ بجز انسان کے کسی حیوان میں مصوری کی قوت نہیں اس لئے اس ہاتھی اور انسان کا وقت واحد میں ایک جگہ ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے لیکن یہ ہاتھی

وہ نہیں ہے جو اب ہندوستان یا افریقہ کے جنگلوں میں موجود ہے بلکہ ایک اور ہی قسم کا ہاتھی ہے جو نہایت سرد ملکوں میں رہا کرتا تھا اور جس کے تمام جسم پر ریچھ کی طرح لمبے لمبے بال تھے اس ہاتھی کا نام علم متحجرات میں مامتھ رکھا گیا ہے اور اس مامتھ کی لاشیں اور ہڈیاں سائبریا کے ملک میں جہاں بے انتہا سردی ہے اب بھی کثرت سے ملتی ہیں بلکہ اس کے دانت کی تجارت اسی طرح ہوتی ہے جیسے فیل دندان کی پس اس مامتھ کا حوالئی ملک فرانس میں پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اُس زمانہ میں یہ ملک برفستان تھا اور یہاں کی سردی مثل کرہ زمہریر کے تھی +

(۵) اب ہمیں تھوڑی سی مدد فن ہیئت سے لینے کی ضرورت ہے یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ خط استوا اور منطقۃ البروج جو منجملہ دوائر عظیمہ کے ہیں اور جنکے تقاطع کے نقطے حمل اور میزان میں ہیں باہم گر ۲۳ درجہ اور ۲۳ دقیقہ کا زاویہ بناتے ہیں لیکن یہ زاویہ ہر دور زمان بدلتا رہتا ہے اور اُس کے بدلنے سے اقطاب شمالی اور جنوبی کی حالت بھی بدلتی رہتی ہے اگرچہ مقدار اس تغیر کی بظاہر نہائت درجہ کم ہے لیکن ہر دو رسالہائے دراز مجموعی اثر اس کا کُرات عالم کی فصلوں اور حرارت و برودت پر صاف اور صریح طور سے پڑتا ہے پس اگر ازروئے حساب زاویہ کا تبدل و تغیر پچاس ہزار سال کے لئے نکال لیا جائے تو ظاہر ہے کہ مختلف حصص عالم کی حرارت و برودت مختلف ازمنہ میں معلوم ہو سکتی ہے اور اس سے وہ زمانہ نکل سکتا ہے جب فرانس کی بُرودت اس درجہ تھی کہ ”مامتھ“ وہاں رہ سکتا تھا اور اُس انسانُ ابوالبشر نے اس حیوان عجیب الخلقت کی تصویر خود اُسکے

دانت کی تختی پر بنائی تھی۔ اس ایک مثال سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ علم طبعی کے ادنے نتایج پر تیقن حاصل کرنے کے لئے کس قدر تحقیق و تطبیق دوسرے علوم سے درکار ہے +

ف۲۶ اس مثال کے علاوہ اور بہت سی مثالیں تجربات سے دیجاسکتی ہیں اور انکی تصدیق اور علوم سے اور خود اختلاف اقوام انسانی واختلاف السنہ سے ہو سکتی ہے جس سے انسان کی قدامت پایہ ثبوت کو پہونچگئی ہے اور حکمائے فرنگ کے نزدیک یہ امر مسلمات سے ہے کہ انسان زمانہ دراز سے اس دنیا میں ہے اور مقتضائے جبلت سے اپنی زبان وفنون و علوم کے اختراع و ترقی میں مشغول ہے اور کیا سالہائے دراز کی مسلسل محنتِ شاقہ کا نتیجہ وہ ہے جسکو ہم زمانہ حال میں تمدن کہتے ہیں اور اس سے مراد علوم وفنون ومعاشرت کی ان کل ترقیوں کا مجموعہ ہے جس کو بنی نوع انسان کے ہر طبقہ نے بحیثیت مجموعی حاصل کیا ہے علوم وفنون ومعاشرت جملہ اقوام بنی نوع انسان سے +

ف۲۷ دنیا کی مجموعی مردم شماری ایک پدم بیالیس کروڑ انتالیس لاکھ ستر ہزار ہے اور اس میں ہر قسم کی اقوام اعلےٰ درجہ کی مہذب قوموں سے لیکر جنگلیوں تک شامل ہیں۔ بنی نوع انسان کی تقسیم بلحاظِ اختلافِ الوان وامزجہ وصورت وشکل پانچ شعبوں پر کی گئی ہے +

ف۲۸ پہلا شعبہ کا کیشن یعنے کوہ قافی اس شعبہ کی اقوام نہایت درجہ کی تہذیب رکھتی ہیں۔ تقریباً تمام یورپ افریقہ شمالی تمام عربستان وشام وایران اور ہندوستان شمالی اور امریکہ انہیں اقوام سے بسے ہوئے ہیں۔ ان اقوام نے ہمیشہ سلطنت وحکومت کی ہے اور غیر قوموں کو مسخر کیا ہے

یہ لوگ نہایت حسین ہوتے ہیں اور بال نرم کھڑے خوبصورت بدن سڈول اور رنگ صاف رکھتے ہیں +

دوسرا شعبہ مغول تاتار ہے اس شعبہ کی اقوام تمام ایشیائی شمالی وایشائے مشرقی برہم پترا کے دہانہ سے لیکر آبنائے بہرنگ اور آبنائے شمالی امریکہ تک کے باشندے ہیں ان میں ترکمان مغول دتاتار واقوام چین وتبت اور اسکیمو وہنگیرین داخل ہیں ان کے سر جوڑے بال لمبے اور سیاہ گال کی ہڈیاں ابھری ہوئیں آنکھیں چھوٹی چھوٹی سیاہ اور کج اور رنگ زرد یا زیتونی ہے +

تیسرا شعبہ ملے ین۔ کل جزایر جو جنوب و غرب میں ہندوستان کے واقع ہیں مادغاسکر سے لیکر نیوزیلنڈ تک انہیں اقوام سے بسے ہوئے ہیں ان کے رنگ بھورے بال لمبے اور موٹے چہرے چپٹے اور کج آنکھیں ہیں۔ آسٹریلیا کی اقوام جنکو پاپوان کہتے ہیں اسی شعبہ میں شامل ہیں۔

چوتھا شعبہ اقوام حبش کا ہے جو افریقہ جنوبی وریگستان صحارا کے باشندے ہیں ان کی جلد سیاہ بال گھونگھر دالے فک اسفل یعنے نیچے کا جبڑا پھیلا ہوا ہونٹھ نہائت درجہ موٹے اور پچکے ہوئے گال کی ہڈیاں اونچی اور آنکھیں بڑی بڑی ابھری ہوئی ہیں +

پانچواں شعبہ اقوام امریکہ کا ہے جو قدیم باشندے اس براعظم کے تھے اُن کے رنگ مسی مائل بال سیاہ اور لمبے آنکھیں سیاہ ناکیں ٹیڑھی ہیونبولس کی سی اور بدن چست وچالاک اکثر ان میں ابھی تک وحشی ہیں اور شکار پر گذران کرتے رہیں اور بعض نے زراعت وتمدن کسی قدر سیکھنا شروع کیا ہے۔

علم طوائف وشعب انسانی بجائے خود نہایت دلچسپ اور مفید علم ہے اور اُس کے

نتائج روز بروز زیادہ اور نمودار ہوتے جاتے ہیں لیکن اس مقام پر اس کا ذکر محض ضمناً آگیا ہے اور اس وجہ سے علی الاختصار اب تقسیم السنہ کا مضمون بیان کیا جاتا ہے اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ السنہ کے تین طبقہ ہیں طبقہ اعلے یعنے السنہ مرکبہ و متفرقہ کے دو شعبے ہیں آرین اور سیمیٹک اور طبقہ ادنے وا سفل یعنے السنہ بلزقہ اور بسیطہ کا ایک شعبہ ہے جس کو تورانیں کہتے ہیں شعبہ اول آرین لفظ آریا کے معنے سنسکرت میں معزز اور عالی خاندان کے ہیں اور اسی لفظ سے ہندوستان کا نام منوشاستر میں آریا ورتہ یعنے مسکن اعزہ آیا ہے۔ زردشت کی ژند اوستا میں بھی باشندگان ایران و وسط ایشیا کو ایریا لکھا ہے اور یہی لفظ ارمنی اور البینین زبانوں میں موجود ہے اس کے بعد پھر پتہ اس لفظ کا جنوب یونان میں اور جرمنی میں ملتا ہے اس ساری بحث سے غرض یہ ہے کہ فقط اس ایک لفظ کی تحقیق اور مختلف زبانوں میں پائے جانے سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم آرین زمانہ قدیم سے وسط ایران میں بود و باش رکھتی تھی اور ایک ہی زبان بولتی تھی اس اصلی مسکن سے ہجرت کرنیکے بعد ایک فرقہ انکا ہندوستان کو آیا اور وہاں کے سیاہ فام اصلی باشندوں کو فتح کر کے کوہ ہمالہ سے لیکر دریا نربدہ تک تسلط کیا دوسرے فرقہ نے یونان و یوروپ جنوبی میں بود و باش اختیار کی اور تیسرا فرقہ ملک جرمن اور یوروپ کے شمال میں جا بسا اگرچہ بمرور زمان ان خطوں کی زبانیں بالکل بدل گئیں اور ان اقوام کی ظاہری حالت میں تغیرات واقع ہوئے لیکن مقابلۃ الالسنہ کی رو سے ان سب زبانوں کا اتحاد ثابت ہوتا ہے اور الفاظ اور مصادر استعمال روزمرہ کے ان سب زبانوں میں ایک ہیں اس سبب سے اس شعبہ کا نام آرین رکھا گیا ہے اس شعبہ کی سات تقسیمیں ہیں (۱) ہندی۔

(۲) فارسی (۳) یونانی (۴) اِطالوی (۵) کلٹک (۶) سلاوانگ (۷) جرمونی

تقسیم اول میں سنسکرت ہے جو اِن سب زبانوں میں بہت پُرانی ہے اور اُس کی تصنیفات اِس زمانہ سے اقلاً تین چار ہزار سال قبل شروع ہوئی ہیں۔ سنسکرت قدیم لوگوں کے وید کی زبان ہے اور سنسکرت جدید میں قصص وحکایات لکھے گئے ہیں سنسکرت میں تغیر ہونے کے بعد پراکرت بنی اور اُس سے ہندی۔ بنگالی۔ مرہٹی۔ سندھی۔ گجراتی اور پنجابی نکلی ہیں۔ جو آج ہندوستان میں مروج ہیں زبان پالی بھی سنسکرت سے مشتق ہے اور مذہب بُدشٹ کی تمام تصنیفات اسی زبان میں ہیں +

تقسیم دوم میں فرسی قدیم یعنے ژند ہے جسمیں زردشت کی ژند دستا لکھی گئی ہے اور آج پارسیوں کے مذہب کی انجیل ہے علاوہ اِس کے پہلوی اور فارسی حال بھی اِس تقسیم میں شریک ہیں۔ تقسیم سوم میں یونانی قدیم اور اُس کے مختلف محاورات اٹک آیونگ وغیرہ اور یونانی جدید جس کو رومنک کہتے ہیں +

تقسیم چہارم میں رومی قدیم اور وہ زبانیں جو اُس سے مشتق ہوئی ہیں یعنے اتالین۔ فرنچ پرتگیزی اور اسپانش ان زبانوں کو رومی قدیم سے وہی نسبت ہے جو پراکرت اور ہندی و مرہٹی وغیرہ کو سنسکرت سے ہے کلٹک کی تقسیم میں ویلس و برٹینی کی زبانیں ہیں +

تقسیم ششم میں روسی۔ ہینگرین اور سروین زبانیں ہیں۔

تقسیم ہفتم میں جرمن۔

شعبہ دوم السنہ سمیٹک۔ لفظ سمیٹک شام سے نکلا ہے یہ زبانیں اولادِ سام بن نوح کی ہیں +

سیمیٹک کی تین قسمیں ہیں (۱) ارمنی (۲) عبری (۳) عربی - ارمنی شام اور عراق عرب کی زبان تھی اور اس کے دو لغات یعنے سریانی اور قلدی ہم تک پہونچی ہیں - سریانی زبان میں ترجمہ انجیل اور عیسائی مذہب کی کچھ کتابیں موجود ہیں اور یہ زبان اس وقت بھی کردستان کے نستوری پادریوں میں بولی جاتی ہی قلدی اُس زبان کا نام ہے جس کو یہود نے اپنے زمانہ قید میں بابل سے سیکھا تھا - اگرچہ علمائے یہود میں عبری کا علم باقی تھا لیکن عام یہود اس ہی قلدی زبان کو لکھتے اور بولتے تھے اور خود حضرت عیسیٰ کی زبان ایک قسم قلدی کی تھی - ہدم بیت المقدس کے بعد بھی یہودیوں کی یہی زبان رہی اور چوتھی اور پانچویں صدی سنہ مسیحی کے پیشتر سے یہودیوں کا اس زبان میں بات کرنا ثابت ہوتا ہے مگر اس کے بعد ہی یہود نے عربی کو اختیار کر لیا اور سترہویں صدی تک اسکو استعمال کرتے رہے بعد سترہویں صدی کے یہودیوں کی زبان عبرانی ہو گئی اور آج تک ہے اسمیں شک نہیں کہ زبان ارمیٔ کے سارے خزائن نینوا اور بابل کی عجیب و غریب کتابوں میں مدفون ہیں اور جس روز یہ کتابیں حل ہونگے تو انکی دولت بے بہا ہمارے ہاتھ لگیگی +

دوسری تقسیم السنہ سمیٹک کی عبری ہے اور یہ فلسطین کی قدیم زبان ہی اور اُس فقہ میں حضرت موسیٰ کے وقت سے مروج ہے مگر اس زبان پر پہلے غلبہ ارمنی زبان کا ہوا اور بعد اس کے یونانی کا اور آخر کو سنہ ۶۳۶ء میں جب عربوں نے فلسطین اور شام کو فتح کیا اسوقت عبری اپنے وطن قدیم سے نکالدی گئی اور عربی نے اُس کی جگہ لے لی زبان عربی خاص جزیرۃ العرب سے نکلی ہے اور آج تک اُس خطہ کی زبان ہے سب سے پرانی عربی حمیری کتابوں میں ملتی ہے زمانہ قدیم میں عربی کی ایک شاخ افریقہ میں نام

کی گئی تھی۔ جس کا نام قبطی تھا اور اُس وقت بھی حبش کی عربی زبان تھی +
پہلا کلام عربی جس کی تدوین ہوئی معلقات اور دواوین شعرائے
جاہلیت ہیں بعد اس کے مذہب اسلام کے ذریعہ سے عربی زبان تمام
عالم میں رائج ہوی اور آج مصر و افریقہ شمالی میں بولی جاتی ہے ارمنی عبری
و عربی کے مصادر اور تراکیب میں اس درجہ مطابقت ہے کہ ان زبانوں
کے اتحاد میں کسی طرح پر شک و شبہ نہیں ہوسکتا مگر اِن تینوں میں عربی سب
سے وسیع ہے اور اکثر تصنیفات میں تفوق رکھتی ہے خود مفردات و مصادر
عربی میں اس قدر ہیں کہ جسپر عبور گویا محالات سے ہے مادہ ان تینوں زبانوں
کا سہ حرفی ہے اور عربی کی وسعت کی ایک ادنے دلیل یہ ہے کہ اس میں
اکثر ایسے مادے ہیں کہ جنکے حرف کی ترکیب بدل دینے سے چھ لفظ
پیدا ہوتے ہیں اور سب دو معنی بھی ہوتے ہیں مثلاً ق۔ ل۔ ب اس کی
ترکیب بدلنے سے **قلب۔ قبل۔ بقل۔ لقب۔ بلق۔** اور لبق بنتے
ہیں۔ق۔م ہیں۔ علاوہ اس کے معنی کی باریکیاں ظاہر کرنے میں کوئی
زبان عربی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مثلاً آدمی کے واسطے ابتداے پیدائش سے
لیکر اخیر پیری تک پندرہ لفظ ہیں جنسے انسان کی مختلف عمریں ظاہر ہوتی
ہیں اسیطرح ہر ایک جانور کے چلنے اور اُس کے بولنے کے واسطے علیحدہ لفظ
ہے۔ شعبہ کا اطلاق فقط السنۂ ایرین و سمٹیک پر دُرست ہے اور السنہ تورانیہ
کی تقسیم بضرورت ٹھرائی گئی ہے۔ کیونکہ یہی دو زبانیں ہیں جنکی صرف و نحو
قبل اس کے کہ اس میں انحطاط اور تنوع پیدا ہو مقرر ہوچکی تھی اور ان کی
ساری سوانح عمری ان کی پیری اور انحطاط کی داستان ہے +
ممکن ہے کہ ایک زمانہ وہ ہو جب یہ دونوں شعبہ کسی متحد زبان سے نکلے

ہوں کیونکہ سنسکرت اور عبری کے مصادر میں مطابقت پائی جاتی ہے مگر وہ زمانہ اقصائے ممالک تواریخ میں بلکہ قوت متخیلہ کی سرحد میں واقع ہے؛

السنہ تورانیہ وہ زبانیں ہیں جنکو اقوام مغول و تاتار۔ اور باشندگان جزایر بحر ہند بولتے ہیں ان میں سے قدیم زبان چینی ہے ان زبانوں میں باہم اس طرح کا تناسب نہیں جیسا ہم آرین اور سمیٹک زبانوں میں دیکھ چکے۔ کیونکہ سوائے چینیوں کے جو اقوام ان زبانوں کو بولتی ہیں وہ ہمیشہ سے خانہ بدوش اور بادیہ نورد رہی ہیں اور اُن کے آبا و اجداد کو کبھی اس امر کی مہلت نہیں ملی کہ وہ کسی خاص جگہ میں مقیم ہوکر زبان کے لغات اور قواعد صرف و نحو کو مقرر اور منضبط کرتے۔ اس تحریر میں میں نے مضامین علم اللسان کو نہائیت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے مضمون اسقدر وسیع ہے کہ اُس کا ایک تحریر میں بیان کرنا گویا محال ہے جو امر میں نے اول سے آخر تک ملحوظ رکھا ہے وہ یہ ہے کہ کل مسائل اختراع و تبدل و تعدد و اشاعت السنہ آسان اور عام فہم اصول پر بیان کیے جائیں اور علم طبعی سے بڑی غرض یہی ہے کہ کل واقعات اور عجائبات عالم کی توجیہ خواہ وہ متعلق انسان سے ہوں یا حیوانات و نباتات و جمادات سے اصول موضوعہ و علوم متعارفہ و قانون قدرت کی رو سے کی جائے اور معجزہ اور خرق عادت کو تکلیف نہ دیجائے؛

ایک شام مسٹر سٹیڈ کے ہاں

سنتے تھے کہ مسٹر سٹیڈ لاجواب آدمی ہے - دیکھا تو اور بھی لاجواب پایا - اکثر مشاہیر کی نسبت یہ واقعہ اُن کے غائبانہ مشتاقوں کو پیش آیا ہے کہ جو توقعات اُن کے ذہن میں تھیں وقت ملاقات وہ پُوری نہیں ہوئیں - لیکن مسٹر سٹیڈ ملاقات میں بھی ویسا بیدار - تیز - اور جدت پسند آدمی نظر آیا - جیسا ریویو آف ریویوز کے اوراق میں نظر آتا ہے - پچھلے سال حُسنِ اتفاق سے مجھے اس باکمال سے ملنے کا موقع مل گیا اور اس کے بعد دو تین دفعہ زیادہ اچھی طرح ملاقات ہوئی بڑھاپے میں جوانی کا رنگ اس شخص میں موجود ہے اور اس کی طبیعت کا چُلبلاپن آدمی کو حیران کرتا ہے - وہ نادر اور دلنشین فقرات جو اُس کے ریویو کی ہر دلعزیزی کا باعث ہوئے ہیں وقت گفتگو اس کے منہ سے بیساختہ نکلتے جاتے ہیں - ہنسانے پر آتا ہے تو نہایت ظریفانہ لطیفے کہہ جاتا ہے اور اس سنجیدگی کے ساتھ کہ اس کے چہرے پر ہنسی کے آثار بالکل نہیں ہوتے اور اسی لئے نہایت آسانی سے دم بھر میں ظریف اور دم بھر میں متین بن کر سامعین کو گھبراہٹ میں ڈال سکتا ہے اور خود اُن کی گھبراہٹ کا مزا لیتا ہے - اُس کی باتیں سننے کے لئے آدمی کو ہمہ تن متوجہ رہنا پڑتا ہے - کیونکہ وہ ذرا ذرا سے جملوں میں بہت کچھ کہہ جاتا ہے - اس کے لکھنے کی بڑی تعریف ہم یہ سمجھتے تھے کہ یوں لکھتا ہے جیسے ناظرین سے باتیں کر رہا ہو - اس کے بولنے میں یہ خوبی دیکھی - کہ یوں بولتا ہے جیسے کتاب لکھ رہا ہو - ہر لفظ تُلا ہوا - ہر بات موزون - کوئی زود نویس لکھتا جائے

اور بغیر نظر ثانی کے رسالے یا کتاب کی صورت میں وہی عبارت چھپوادے۔

جس شام کا ذکر میں آج کیا چاہتا ہوں وہ اپریل ۱۹۰۶ء کی بیسویں تاریخ اور جمعہ کی شام تھی۔ اُس دن میں اور میرے چند احباب مسٹر اور مسز سٹیڈ کے مہمان تھے۔ مگر اس سے قبل کی دو ملاقاتوں کا تھوڑا سا حال لکھ دینا بھی ضروری ہے جن کی وجہ سے اس شام کی دوستانہ مجلس میسر ہوئی۔ مسٹر سٹیڈ کو طبعی طور پر نئی چیزوں کا شوق ہے اور اس کی عادت میں داخل ہے کہ جس نئی تحریک سے اُسے ہمدردی ہو اور جس میں اُسے کچھ جان نظر آئے اس کی حمایت میں مردانہ وار کمر ہمت باندھ لیتا ہے اور اس بات سے نہیں گھبراتا کہ لوگ اُس پر ہنسیں گے۔ یا کثرت رائے کس طرف ہوگی۔ ان نئی تحریکوں میں جن کی حمایت مسٹر سٹیڈ نے اپنے ذمے لے رکھی ہے۔ یورپ کی جدید اور ہونہار زبان اسپرانٹو ہے۔ جو فرانسیسی۔ انگریزی اطالین اور جرمن سب زبانوں کا ایک مرکب مجموعہ ہے۔ اس میں خوبی یہ ہے کہ ہر زبان کے سادہ الفاظ چُن لیئے گئے ہیں اور اسماء افعال اور صفات کے لیئے ایک خاص صورت مقرر کرکے ہر اسم کو خواہ کسی زبان کا ہے ایک صورت دی گئی ہے اسی طرح ہر فعل کو تاکہ آدمی دیکھتے ہی کہہ دے کہ یہ اسم ہے یہ فعل۔ صرف ونحو کے قواعد آسان رکھے گئے ہیں اور اس احتیاط کے ساتھ کہ سب قواعد کلیہ ہوں اور استثنا کسی قاعدے کی نہ ہو۔ اکثر تجارتی لوگوں میں اس نئی ایجاد کا رواج ہوتا جاتا ہے اور بہت اہل الرائے یہ خیال کرتے ہیں کہ بیس پچیس سال تک یہ زبان یورپ بھر میں پھیل جائے گی اور زبانوں کے اختلاف کی تکلیف کم ہو جائیگی۔ مسٹر سٹیڈ بھی انہی لوگوں میں ہیں جو یہ رائے رکھتے ہیں۔ گذشتہ سال کے آغاز میں لندن کی مجلس "اسپرانٹو" کے سالانہ جلسے کے موقع پر مسٹر سٹیڈ

صدر نشین ہوئے۔ مجھے انہیں دیکھنے کا مدت سے شوق تھا۔ وہاں دیکھا بھی اور تقریر بھی سنی۔ تقریر ختم ہو چکی۔ تو میرے ایک دوست نے جو اس نئی زبان کے بڑے سرگرم معاون ہیں مجھسے پوچھا کہ تم سے اور مسٹر سٹیڈ سے اگر ملاقات نہ ہو تو میں ملاقات کرا دوں۔ میں پہلے ہی سے اس فکر میں تھا۔ کہ کسی سے یہ یہ فرمائیش کروں۔ میںنے خواہش ملاقات ظاہر کی۔ اور اُنہوں نے مجھے اُن سے ملایا۔ تکلف مسٹر سٹیڈ کے مزاج میں نام کو نہیں۔ فوراً اسطرح باتیں کرنے لگے جیسے دیر سے جان پہچان ہوتی ہے۔ چند باتوں کے بعد کہنے لگے کہ یہاں کی ملاقات کافی نہیں۔ کسی دن میرے گھر پر آؤ۔ میںنے کہا جس دن آپ چاہیں کہنے لگے میں تمہیں تاریخ اور وقت گھر جا کر لکھ بھیجونگا۔ میرے ہاں کھانے پر آنا۔ مسز سٹیڈ سے بھی ملنا۔ وہ تمہیں دیکھکر خوش ہوں گی۔ کیونکہ انہیں ہندوستان کے معاملات سے بہت دلچسپی ہے۔ اس قرارداد کے مطابق اُنہوں نے مجھے خط لکھا اور میں اُن کے ہاں کھانے پر گیا۔ اُن کا جوان اور بیاہا ہوا لڑکا اور بہو بھی اُس دن کھانے پر مدعو تھے اور اُن کی صاحبزادی بھی موجود تھیں اور مسز سٹیڈ بھی۔ مسز سٹیڈ نہایت شریف مزاج اور مہمان نواز خاتون ہیں۔ گو ذہانت اور طباعی میں انہیں اپنے نامور شوہر سے کوئی نسبت نہیں۔ لیکن باوجود اس کے شوہر کے مزاج میں انہیں بیحد دخل ہے +

مسٹر سٹیڈ نے مجھ سے کہا کہ تمہیں لندن میں رہتے ہوئے سال بھر سے زیادہ ہو گیا۔ اس سے پہلے مجھسے کیوں نہیں ملے۔ میں نے کہا کہ میں بہت مشتاق تھا۔ لیکن چونکہ آپ نے اپنے دفتر میں ہفتہ وار ملاقات کا سلسلہ اب بند کر دیا ہے اور ویسے بھی آپ نہایت کم فرصت ہیں۔ اس لئے جرأت نہیں ہوئی کہنے لگے ہاں مجھے بھی ہفتے کی شام کی اُن مجالس کے جواب سے چند سال پہلے

ہو اگر تی تھیں بند ہو جانے کا افسوس ہے - مگر میں کثرت کار سے مجبور ہوں اور اسی سبب سے لوگوں سے کم ملتا ہوں - اب بھی ملاقاتیوں کے ڈر سے عموماً شہر سے باہر رہتا ہوں دفتر میں چند گھنٹوں کے لئے آکر کام کاج دیکھ جاتا ہوں اور پھر باہر چلا جاتا ہوں - میں نے کہا شہر کے ملنے والوں اور دور سے آئے ہوئے مسافروں کے لئے یکساں بندش مناسب نہیں میرے کئی دوست آپ سے ملنا چاہتے ہیں - میں اگر اتفاق سے اُس جلسے میں موجود نہ ہوتا تو کیا جانے ابھی اور کب تک محروم رہتا یا بے ملے واپس ہندوستان چلا جاتا - کہنے لگے مجھے ہندوستان کے اصحاب سے مل کر ہمیشہ بہت خوشی ہوتی ہے اور آپ اپنے دوستوں سے جو مجھے ملنا چاہیں کہدیں - کہ میں باوجود قلت وقت کے اُن سے ملنے کو حاضر ہوں اگر وہ خط لکھکر وقت معین کر لیں اور تشریف لائیں - بلکہ بہتر ہو کہ کسی دن آپ اپنے چند احباب کو میرے ہاں چائے پر مدعو کریں - تاکہ ہم سب ہندوستان کے معاملات پر کچھ تبادلۂ خیالات کر سکیں میں نے کہا آپ اپنے وقت فرصت سے مجھے مطلع کیجئے گا - اور میں چند احباب کو جمع کر لونگا - یہ باتیں کھانے پر ہوئیں - اس کے بعد وہ سب ایک جلسے میں جہاں ہنگری کے متعلق لکچر ہونے کو تھا گئے اور مجھے بھی ساتھ لئے گئے - راستے میں مسٹر سٹیڈ سے چند باتیں ہوئیں - جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے -

راقم - آپ ہندوستان کے معاملات پر کبھی کبھی لکھتے تو ہیں اور جب لکھتے ہیں تو آزادانہ لکھتے ہیں - اس کے ہم ممنون ہیں - مگر یہ کافی نہیں - اس سے بہت زیادہ لکھنا چاہئے - یہ مسئلہ اہم ترین مسئلہ ہے اور آپ نے اس کی طرف ویسی توجہ نہیں کی جس کی آپ سے توقع ہے اگر حالات بچشم خود دیکھنے کے لئے آپ خود ہندوستان جائیں تو بہت بڑا کام کریں -

مسٹر سٹیڈ - ہندوستان کے معاملات بیشک اہم ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہاں بہت سی بیقاعدگیاں ہوتی رہتی ہیں - مگر میرا کام اتنا بڑھا ہوا ہے کہ میں اور ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لے سکتا - ہندوستان جانے کو میرا جی بہت چاہتا ہے - مگر فرصت کہاں سے لاؤں - وقت کہیں مول بکتا ہوتا تو میں تھوڑا سا خرید لیتا اور اس میں ہندوستان بھی ہو آتا -

راقم - مجھے آپ سے یہ شکایت ہے کہ ہندوستان کے کام کو آپ ایسا کم ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر آپ کو زائد وقت میسر ہو تو آپ وہاں جائیں میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے ملک کے سب کاموں میں اس سے بڑا کام کوئی نہیں اور انگلستان کا کوئی دوست اس کا سچا دوست نہیں ہو سکتا جو اس کام کو نظر انداز کرے - آپ اگر معاملات ہند پر اپنا زبردست قلم استقلال کے ساتھ اٹھائیں تو صرف ہمیں پر احسان نہیں ہوگا بلکہ اپنے ملک پر بھی آپ احسان کرینگے - آپ نے رُوس جانے کے لئے کہاں سے وقت نکالا تھا - کیا آپ یہ تسلیم نہیں کرتے کہ روس کی آزادی کی کوشش سے ہندوستان کی بہبودی کی کوشش مقدم ہے - میں یہ نہیں کہتا کہ آپ روس کے متعلق اپنا شغف چھوڑ دیں - مگر یہ کہتا ہوں کہ ہندوستان کے متعلق بھی کم از کم اُسی درجے کا شغف درکار ہے -

مسٹر سٹیڈ - اچھا میں اس معاملے کو سوچتا رہوں گا - آپ جس دن مع اپنے احباب کے میرے ہاں آئیں گے - اُس دن ہندوستان پر ہی بحث رہے گی لتنے میں جلسے کا مقام آگیا اور آدھی رات کے قریب ہم سب وہاں سے فارغ ہوئے - میں اُن سے رخصت ہو کر گھر آیا - اس ملاقات اور گفتگو سے کچھ عرصہ بعد مجھسے مسٹر سٹیڈ نے کہا کہ جمعہ کی شام کو دو تین دوستوں کو کھانے پر

ساتھ لاؤ اور کھانے کے بعد چاء کے لئے جتنے دوست مناسب سمجھو بلا لو - اگر مختلف خیالات کے لوگ ہوں تو اور بہتر - تاکہ بحث میں سب قسم کی آرائے کا اظہار ہو سکے - ہینے بھی اس اصول کو مدنظر رکھکر اطلاعیں جاری کیں اور اس شام کو کوئی پندرہ سولہ حضرات ہندو مسلمان کھانے کے بعد ان کے ہاں جمع ہو گئے اس شام کی صحبت نہائیت پُر مطلب اور پر لطف تھی - مسٹر سٹیڈ اُس دن مزے میں تھے - ساڑھے آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک نشست رہی اور مسئلہ ہند پر دلچسپ بحث ہوئی حاضرین میں مسٹر عبداللہ یوسف علی تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کے اس طبقہ کا ایک عمدہ نمونہ تھے جو سرکار انگریزی کی ملازمت میں ہے - شیخ محمد اقبال گویا کیمبرج کے اعلےٰ طلبہ کے قائم مقام تھے - مسٹر ریڈی مدراس کے مشہور طالب علم کانگرس کی رائے کے بیان کے لئے موزون ترین شخص تھے مسٹر دوبے کانگرس سے بھی ایک دو قدم آگے چلنے والی جماعت کے طرفدار پروفیسر پرمانند ہمارے لاہور کی آریہ سماج کے رُکن - مسٹر عبد اللطیف بمبئی کے تجار اور آزاد خیال اصحاب کے خیالات کے جامع اور دیگر حضرات - سب منتخب لوگ تھے - اس موقع کی گفتگو کی ایک یادداشت میرے پاس مہینوں سے موجود ہے میں اُنہی دنوں مخزن کے لئے لکھنا چاہتا تھا - مگر نہ لکھ سکا - اب مسٹر سیٹڈ اور ان کے رفیقوں کی سیاحت کی وجہ سے یہ مضمون تازہ تر ہو گیا ہے - اس لئے اُس یادداشت سے کام لیتا ہوں اور اس کا خلاصہ پیش کرتا ہوں -

مسٹر سٹیڈ - میں سمجھتا ہوں کہ تم اس وقت ہندستان میں ہو اور آپ سب ایک چھوٹا سا ہندوستان ہیں یہ ہندوستان بدقسمتی سے یا خوش قسمتی سے ایک غیر قوم کے پنجے میں ہے - جو اس وقت زبردست

ہے اور اختیار رکھتی ہے کہ اس کے ساتھ سلوک اچھا کرے یا بُرا۔ میں ڈبلیو ٹی سٹیڈ اس قوم کا ایک فرد ہوں۔ اور ایک عمر سے اخبار نویسی کرتا ہوں۔ اس وجہ سے میرا کچھ اثر اس قوم غالب پر ہے۔ آج میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آپ مجھے بتائیں کہ اگر ڈبلیو۔ ٹی۔ سٹیڈ ہندوستان کی کوئی خدمت کرنا چاہے۔ تو ہندوستان کی کیا فرمائش ہو گی۔ اور ڈبلیو۔ ٹی سٹیڈ کے لئے بہترین طریقہ اسے فائدہ پہنچانے کا کیا ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص جو یہاں موجود ہے میرے اس سوال کا جواب دے۔ اس لئے میں اپنے آپ کو اس جلسے کا صدر منتخب کرتا ہوں (قہقہہ) اور ایک طرف سے پوچھنا شروع کرتا ہوں۔

اتفاق سے سب سے پہلے اُن کے دائیں ہاتھ مسٹر یوسف علی بیٹھے تھے اُن سے مسٹر سٹیڈ نے کہا "کہئے جناب آپ کیا فرماتے ہیں؟" ہم سب کو یہ خیال نہ تھا کہ بحث یہ صورت اختیار کرے گی۔ اور مسٹر یوسف علی کو بہ وجہ تعلق ملازمت ایسی بحث میں لب کشا ہونا مشکل تھا۔ اس لئے اُنہوں نے مسٹر سٹیڈ کے ظریفانہ فقرہ کی آڑ لیکر اپنی باری کو ٹالنا چاہا۔

مسٹر یوسف علی۔ چونکہ صاحب صدر کے انتخاب میں ہماری رائے نہیں پوچھی گئی۔ اس لئے ہم اُن کے فیصلہ کے پابند نہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ بحث کمرے کے کسی اور گوشے سے شروع کی جائے۔

مسٹر سٹیڈ۔ (وجہ انکار سمجھ کر) اگرچہ میں اس مجلس کا خود مختار پریذیڈنٹ ہوں۔ تاہم میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میں سخت حاکم نہیں۔ نرمی سے بھی کام لے سکتا ہوں۔ اس لئے میں دوسرے صاحب سے جو مسٹر یوسف علی کے بعد بیٹھے ہیں درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ تقریر شروع کریں۔"

اب میری باری آئی مگر میں چاہتا تھا۔ کہ مجھے اور تقریروں کے بعد

بولنے کا موقع ملے - اس لئے میں نے کہا:- "میں امتحان کیا چاہتا ہوں کہ پریزیڈنٹ صاحب کا دعوئے نرمی کہاں تک درست ہے اور میں بھی چاہتا ہوں کہ میری نوبت بعد کو آئے"

مسٹر سٹیڈ:- "اسی لئے تو آپ اس سخت سلوک کے سزاوار ہیں جو آپ کے حکام ہندوستان میں آپ سے کرتے ہیں کیونکہ نرمی اگر کی جائے تو لوگ اس سے بیجا فایدہ اُٹھانے لگتے ہیں - (گھٹنوں کے بل بیٹھکر اور ہاتھ جوڑ کر) میں بھولا میری خطا معاف کیجئے - میں نہ پریزیڈنٹ اور نہ نرم پریزیڈنٹ (قہقہہ) میں ایک سائل ہوں اور آپ سے ایک سوال کر بیٹھا ہوں - اس کے جواب دینے میں آپ کا اپنا بھلا ہے - اس لئے امید ہے کہ تیسرے صاحب اب مجھے مایوس نہ کریں گے - اور کم از کم اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرینگے کہ ہندوستان کی حالت بہتر کیونکر ہو سکتی ہے - میں اس سے کچھ اندازہ لگاؤں گا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے -

اب تقریریں شروع ہوئیں - شیخ محمد اقبال پروفیسر پرمانند - پنڈت چرنجیت رائے - ڈاکٹر انصاری مسٹر عبد الطیف - مسٹر نند لال دوبے اور مسٹر ریڈی نے برجستہ تقریریں کیں - شیخ محمد اقبال کی تقریر میں مسئلہ ہندوستان کے اقتصادی پہلو پر اور ہندوستان کی اقتصادی ترقی کی ضرورت بیان کی گئی - پنڈت چرنجیت رائے کی تقریر میں ہندوستانیوں کے ساتھ انگریزوں کی بدسلوکی کی شکایت تھی - مسٹر عبد الطیف نے کہا کہ مسٹر سٹیڈ کو خود ہندوستان جاکر اپنی آنکھ سے سب حالات دیکھنے چاہئیں اور پھر اگر جو رائے ہو اُس کو اپنے معمولی جوش کے ساتھ ظاہر کرنا چاہئے

مسٹر سٹیڈ نے کہا "یہ فرض کرکے تقریر کیجئے کہ میں نہیں جا سکتا میں بوڑھا ہوں

میرے کئی کام یہاں محتاج توجہ ہیں۔" مسٹر لطیف نے کہا کہ پھر آپ ہندوستان کی حالت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ یہاں چند نوجوانوں کو جمع کر کے اُن سے حالات پوچھنا اور رائے لے لینا کافی نہیں۔

مسٹر سٹیڈ۔ آپ تو نوجوانوں نہیں ہیں۔ آپ سے جہاندیدہ اور کار آزمودہ بھی تو نوجوانوں کے اِس مجمع میں موجود ہیں۔

مسٹر لطیف۔ اگر میں کار آزمودہ ہوں تو آپ میری رائے مان لیجئے۔ اور عزم سفر کیجئے اس سے بہتر کوئی مشورہ میں آپ کو نہیں دے سکتا۔

اس کے بعد مسٹر ریڈی نے جو کیمبرج میں تقریر میں شہرت خاص رکھتے ہیں۔ اور نہایت شستہ انگریزی بولتے ہیں۔ ایک دلچسپ تقریر کی۔ مسٹر سٹیڈ ہر تقریر سے کچھ نہ کچھ یادداشت لکھتے جاتے تھے۔ اور بات بات پر کوئی نہ کوئی چھیڑ کئے جاتے تھے۔ سب تقریروں کے بعد مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہنے لگے اب آپ میرے سوال کا جواب دیں۔ مینے جو تقریریں سنیں اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوستانیوں کے ساتھ زیادتیاں ہوتی ہیں مجھے پہلے بھی اس امر کا یقین تھا اور اب اس شام کی بحث نے اسے اور تقویت دی ہے۔ لیکن اس کا علاج آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ آپ فریاد نہیں کرتے۔ اور کرتے ہیں تو کافی زور سے نہیں کرتے۔ آپ کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ آپ ایک متفقہ رائے قایم کریں کہ آپ کو کیا درکار ہے اور پھر ایسے استقلال کے ساتھ مطالبہ کیجئے۔ کہ میرے ہم وطن آپ کی خواہش کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ میرے جو ہم وطن وہاں ہیں انہیں چین نہ لینے دیجئے تاوقتیکہ وہ آپ کے مطالبات آپ کو نہ دیدیں اور یہاں والوں کو بھی اُن کی میٹھی نیند سے جگائیے +

میں نے اپنی گفتگو میں کہا ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے آج اپنی شام اس مباحثے کے لیے وقف کی۔ اور امید کرتے ہیں کہ یہ نتیجہ خیز ثابت ہوگی پہلے سوال کا جواب آپ نے اپنے آخری فقرے میں خود ہی دید یا ہے۔ ہم یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے زور قلم سے ہمیں مدد دیں اور اپنے ہم وطنوں کو ہندوستان کے حالات کی تحقیق کی طرف متوجہ کریں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ کام کرنے کے لائق ہے تو آپ کو نہ قلت وقت کی شکایت کرنی چاہیے۔ نہ اور وسائل کی کمی کی۔ وقت نکالنا چاہیے۔ وسائل پیدا کرنے چاہئیں اور جو کام کرنے کا ہے اسے کر گزرنا چاہیے۔ آپ نے کہا کہ ہم فریاد نہیں کرنا جانتے ہیں جیسا کچھ ڈھنگ آتا ہے ہم تو اپنی کہانی سناتے ہی رہتے ہیں۔ آگے شنوائی نہو تو کیا کیا جائے ہم بذریعہ اخبارات اور مجالس کے اپنی آواز حکام تک پہنچاتے ہیں۔ اور یہ طریقہ ہم نے آپ ہی کے ملک کے دستور سے سیکھا ہے۔ لیکن چونکہ ہم نو آموز ہیں اور آپ اس فن کے ماہر ہیں۔ اسلئے آپ ہمیں موثر فریاد کا طریقہ بھی سکھائیے۔ یہ سب سے مقدم خدمت ہے جو آپ کر سکتے ہیں ۵

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ[۱]

اے اسیران قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

اس کے بعد انگلستان کے لوگوں کو متوجہ کرتا ہے۔ اس کام کے لئے بھی ہمیں آپ بہت مفید مدد دے سکتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لندن کے اخبارات جو چھوٹی چھوٹی مقامی باتوں اور واہیات مقدمات طلاق کے لیے جگہ نکال سکتے ہیں۔ ہندوستان کے متعلق مضامین کے لیے جگہ نہیں نکالتے۔ انہیں کوئی مضمون دیا بھی جائے تو عذر کر دیتے ہیں۔ اور جب اس باخبر طبقے کا یہ شیوہ ہے تو دوسروں کا تغافل ناگفتہ بہ ہے۔ آپ کا ریویو کثیر اشاعت رکھتا ہے

۱- اصل تقریر میں اس شعر کا انگریزی ترجمہ تھا۔

آپ ہی اس میں ہندوستان کو زیادہ حصہ دیجیے۔ اور اپنے دوسرے دوستوں کو کہئے کہ وہ بھی آپ کی تقلید کریں۔ آپ نے کہا تھا کہ ہم کوئی ایک ایسا اخبار یا رسالہ بتائیں جسے آپ بالالتزام دیکھ لیں تو آپ کو ہندوستان کے روز بروز کے حالات معلوم ہو جائیں۔ افسوس ہے کہ کوئی ایک ایسا اخبار نہیں جو سب آرائے کا مجموعہ ہو۔ لیکن میں آپ کو آسانی سے ہندوستان کے اخبارات سے چند ایسے اخبار انتخاب کر کے دے سکتا ہوں۔ جن کے مطالعہ سے پڑھنے والے کو ہر قسم کی آرائے سے جو اس وقت ہمارے ملک میں موجود ہیں واقفیت ہو جائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ان سب کو خود پڑھیں لیکن آپ یہ خدمت اپنے کسی مددگار کے سپرد کر سکتے ہیں۔ اور وہ احوال کا خلاصہ آپ کو دے سکتا ہے۔ اس کے سوا اگر آپ اپنے ریویو کے دفتر کے متعلق ایک کمرہ ایسا بنائیں جس میں ہندوستان کی سرکاری اور غیر سرکاری رپورٹیں۔ ہندوستان کے متعلق کتابیں اور اخبارات اور رسائل مہیا رہیں اور اس امر کا اعلان کر دیں کہ جس کسی کو ہندوستان کے حالات سے واقفیت پیدا کرنے کا شوق ہے۔ وہ اس ذخیرہ سے کام لے۔ تو عجب نہیں۔ کہ بہت سے لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں میں نے کئی اصحاب ایسے دیکھے ہیں جو معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مگر نہیں جانتے کہ کیونکر کریں۔ انڈیا آفس کا کتب خانہ اول تو عام کتب خانہ نہیں دوسرے اس میں زیادہ تر سرکاری مسالہ ہوتا ہے۔ اس کے سوا کانگرس کی کمیٹی کا ایک چھوٹا سا دفتر ہے۔ جہاں اس قسم کا کچھ مواد موجود ہے۔ لیکن لوگ اس سے عام طور پر آگاہ نہیں۔ تعجب ہے کہ پایہ تخت انگلستان میں حکومت برطانیہ کے ایسے بڑے ٹکڑے کے متعلق اطلاع کے وسائل کی اس قدر کمی ہے۔ آپ اگر اس کمی کو پورا کریں تو آپ کے رسالے کی ہر دلعزیزی اور کثرت اشاعت

بہت لوگوں کو آپ کے دفتر کی طرف کھینچے گی - ان سب چیزوں کے علاوہ جو آپ لندن سے باہر جانے کے بغیر بھی کر سکتے ہیں - اگر آپ ہمت کر کے ہندوستان کو خود ایک نظر دیکھ آئیں تو آپ اور بھی زیادہ مفید طور پر ہندوستان کی خدمت کر سکتے ہیں "

مسٹر سٹیڈ - " میں خوش ہوں کہ آخر آپ نے ایک عملی نسخہ میرے لئے تجویز کیا میں یہ نہیں کہ سکتا - کہ ان سب باتوں میں سے جو آپ نے کہی ہیں - میں کیا کچھ کر سکتا ہوں - جیسے حالات اور مواقع ہونگے ان کے مطابق عمل کر دوں گا - لیکن یہ سب باتیں میرے ذہن میں رہیں گی - ریویو میں معاملات ہندوستان کو جگہ دینے کی بابت اتنا کہدینا چاہتا ہوں - کہ میں ہمیشہ اس میں ہندوستان کے موافق لکھتا رہا ہوں - لیکن اس کا جو منصب تمام دنیا کے حالات کا خلاصہ درج کرنے کا ہے - اس میں خلل ڈالے بغیر میں اس میں ہندوستان کو بہت زیادہ جگہ نہیں دے سکتا - میں نے ایک زمانے میں چاہا تھا کہ ہندوستان کے لئے ایک خاص پرچہ نکالوں - جو وہیں شایع ہوا کرے - اور میں نے وہاں چند دوستوں کو لکھا بھی اور مسٹر کین مرحوم کو کہا کہ وہ دریافت کرتے آئیں کہ ایسے رسالے کی مانگ وہاں ہے یا نہیں مگر انہوں نے نا اُمید کر دیا - اب اگر حالات بدل گئے ہوں تو اب یہ کام ہو سکتا ہے - دوسرے اخبارات کی بابت جو شکایت آپ نے کی ہے ایک پہلو سے بجا ہے - لیکن یہاں اخبارات تجارتی کارخانے ہیں - وہ اپنے گاہکوں کی مرضی پہچانتے ہیں اور جو باتیں گاہکوں کو دلچسپ معلوم ہوں وہ لکھتے ہیں - آپ کو میں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ کے ملک سے کانگرس یا کوئی اور جماعت انگلستان میں اپنے مقاصد کی اشاعت کے لئے کچھ رقم سالانہ جمع کرے - اور یہاں کلکتے کے

ایک دو اخبارات سے ہفتہ وار ایک دو کالم خرید ے - جیسے اشتہارات والے خرید لیتے ہیں - اور ان میں مسلسل ہر ہفتے اپنے مفید مطلب مضامین درج کرائے - آخر کب تک لوگ آنکھ اور کان بند کر رکھیں گے - ان کو جاگنا پڑے گا اور وہ دیکھیں گے کہ اصلی حالت ہندوستان کی کیا ہے - اگر کبھی آپ لوگ اس قسم کا تہیہ کریں تو اس کا انتظام میں کرا سکتا ہوں - اس کے سوا میرے خیال میں آپ کے لئے یہ وقت آگیا ہے - کہ آپ کی طرف سے ایک وکیل انگلستان میں متعین ہو - جو پبلک سے تنخواہ پائے اور سرکار کا ملازم نہ ہو - لیکن آدمی ذی وجاہت اور قابل ہو - یہاں رسائی پیدا کرے - صاحبان اخبار سے - ارکین پارلیمنٹ سے - اور دوسرے بارسوخ لوگوں سے ملتا اور ان کے خیالات ہندوستان کے متعلق درست کرتا رہے - جہاں کہیں ہندوستان کے متعلق کوئی غلط اطلاع شائع ہو - اس کی باضابطہ تردید کر سکے - اور جو ہندوستانی یہاں آئیں اور مقیم ہوں ان کی رہنمائی اور اعانت کرے - مجھے معلوم ہے کہ اب بھی بعض ہندوستانی حضرات وقتاً فوقتاً بطور خود ایسی خدمات انجام دیتے رہتے ہیں - مگر ملک سے باقاعدہ ایک ایسے شخص کے منتخب اور مقرر ہونے کا اثر جدا ہے - آپ فوراً ایک جست میں بیجان سے جاندار قوم اور بے زبان سے زبان آور قوم کہلانے کا حق پیدا کر لیں گے ؟

عبد القادر

یہ رنگ گلاب کی کلی کا — نقشہ ہے کسیکی کمسنی کا
بلبل کی بہار میں نہ پوچھو — منہ چومتی ہے کلی کلی کا
ہر وقت ہیں موت کی دعائیں — اللہ رے لطف زندگی کا
منہہ پھیر کے یوں چلی جوانی — یاد آگیا روٹھنا کسی کا
دیکھو نہ جلبلبل کو مٹاؤ — مٹ جائیگا نام عاشقی کا

قرآن السعدین

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

فتحپور میں دولتخانۂ انوپ تلاؤ کے در و دیوار - صحن - طاق - محرابوں میں پردے سائبان زریں - گلدان گلدستے سونے روپے کے جڑاؤ - ایوان و مکانات فرشہائے مخملی و قالین ابریشمی سے آراستہ تھے وہاں آکر دربار کیا - دربار کا تھا.... شور مچ گیا کہ وہ اسپیشل آیا اس شور نے عالم خیال سے چونکا دیا اور سب لوگ اور ان کے ساتھ ہم بھی نہایت اشتیاق سے اسپیشل کو دیکھنے لگے - اسپیشل آہنی پل سے نکل کر نہایت آہستہ آہستہ اسٹیشن پر پہنچا - سب سے پہلے سر آرتھر میکموہن مسٹر ڈابن - میجر وکٹر بروک - کپتان برڈ اور ان کے بعد کچھ افغانی سردار ٹرین سے اترے جب ہز مجسٹی امیر یورپ جنرل کی وردی پہنے ہوئے گاڑی سے برآمد ہوئے تو سر جان ہیوٹ نے مصافحہ کرکے ان کی تشریف آوری کا خیر مقدم کیا جس پر امیر صاحب نے مسرت کا اظہار فرمایا اس کے بعد باقی حاضرین بھی امیر صاحب کے سامنے پیش کئے گئے ہر ایک کے ساتھ وہ کمال خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے اور ہر ایک عہدہ دار کی نسبت دریافت فرماتے رہے کہ وہ عموماً کیا کیا کام کرتا ہے - گارڈ آف آنر سلامی کے واسطے پلیٹ فارم پر موجود تھا - اس کا بھی ملاحظہ کیا اس اثناء میں بینڈ افغانی قومی گیت گاتا رہا اور ۳۱ توپوں کی سلامی سر ہوئی - اس کے بعد آپ باہر تشریف لائے اور عوام الناس کو جو قلعہ کے نیچے کھڑے تھے آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا - اس وقت آپ سرخ کوٹ اور سیاہ پتلون جس میں لیس کی دھاری تھی

اور اسطراخانی ٹوپی جس میں ہیرے کا ستارہ چمک رہا تھا پہنے ہوئے تھے۔ اول توپ خانہ اس کے بعد رسالہ زان بعد پلٹن آپ کے سامنے سے گذریں۔ پھر آپ چار گھوڑوں کی گاڑی پر سوار ہو کر اسٹیشن سے روانہ ہوئے ۵۰۰ گز تک دورویہ گورے سپاہیوں کی قطاریں پہلے سے کھڑی تھیں۔ امیر صاحب کی گاڑی کے پیچھے حکام اعلےٰ اور امیر صاحب کے ہمراہی سرداروں کی گاڑیاں تھیں۔ سب سردار فوجی لباس میں تھے اور اُن کی وردیاں ایسی زرق برق تھیں کہ اُن پر نگاہ نہیں ٹھیرتی تھی۔ بڑے بڑے سرداروں کی ٹوپیوں پر بیش قیمت پر لگے ہوئے تھے جو بہت خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ امیر صاحب کا ہمرکاب رسالہ بھی پہلے سے موجود تھا غرضیکہ تمام جلوس نہایت شاندار نظر آتا تھا۔ رستہ میں قریب ایک میل کے دونوں طرف نشستگاہیں بنی ہوئی تھیں۔ اُن پر اور سڑک کے دونوں کناروں پر کیمپ تک لاکھوں تماشائیوں کا ہجوم تھا جنہوں نے موقعہ موقعہ پر امیر صاحب کے خیر مقدم کے چیرز دئے۔ بہت سے لوگوں نے سلام علیکم کا نعرہ مارا امیر صاحب دونوں ہاتھوں سے برابر سلام کا جواب دیتے اور اپنی مسرت کا اظہار فرماتے رہے۔ اہل ہنود نے اظہار عقیدت کے لئے امیر صاحب کی گاڑی پر پھول برسائے۔ چونکہ جلوس آہستہ آہستہ جارہا تھا لہذا لوگوں کو زیارت اور اظہار عقیدت کا بخوبی موقع ملا۔ ابر صبح سے ہو رہا تھا اور کئی مرتبہ خوب بوندا باندی ہو چکی تھی مگر عین تشریف آوری کے وقت بارش تھم گئی تھی لیکن جب تھوڑا راستہ باقی رہ گیا تو ابر کرم کو صبر نہ آیا اور اُس نے چھینٹا مارنا شروع کیا۔ ہمراہیوں نے امیر صاحب سے عرض کیا کہ آپ اوور کوٹ پہن لیں اور گاڑی کا بالائی پردہ ڈال لینے دیں مگر آپ نے نہایت جواں مردی سے فرمایا کہ جب تمام سپاہی اور تماشائی بھیگ رہے ہیں

تو ہمیں اُس سے بچنے کی کوشش کرنا کسی طرح مناسب نہیں اس کے بعد سر جان ہیوٹ سے فرمایا کہ افغانستان میں بارش کا ہونا نیک فال سمجھا جاتا ہے اور یہ بارش جلد نہیں تھمیگی - جب جلوس کیمپ میں پہنچا تو پھر سلامی ادا ہوئی اور ۳۱ توپیں سر ہوئیں - حضور والسرائے کی طرف سے سر لوی ڈین فارن سکرٹری اور وائسرائے کے پرسنل اسٹاف کے دیگر ممبر کیمپ میں استقبال کے واسطے موجود تھے - امیر صاحب سر لوی ڈین سے نہایت تپاک سے ملے اور اُن کا جو شاندار استقبال ہوا اُس کی مسرت کا اظہار اور شکریہ ادا کیا خیر مقدم کے معمولی رسوم ادا ہونے کے بعد اکیس[۲۱] ہزار روپیہ نقد بطور ضیافت کے امیر صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا - امیر صاحب نے سر ایلفرڈ گیلی اور تمام سپاہیوں کے بارش میں بھیگنے اور بے آرام ہونیکا افسوس ظاہر کیا - اس کے بعد ہز مجسٹی اپنے خیمے میں تشریف لے گئے اور سب لوگ جو استقبال کو آئے تھے رخصت ہوئے - باوجود اس کے کہ آج دن بھر بارش ہوتی رہی لیکن حضور وائسرائے نے پروگرام کے مطابق سب والیان ریاست سے مُلاقات بازدید فرمائی اور دن بھر توپیں چلتی رہیں - سُنا گیا ہے کہ شب کے ۱۰ بجے برقی روشنی کے انجن ٹوٹ جانے کی وجہ سے امیر صاحب کے کیمپ کی تمام روشنی یکایک گل ہوگئی کہ جس کی وجہ سے ایک عام گھبراہٹ پیدا ہوئی - لیکن بہت جلد روشنی کا انتظام ہوگیا اور یہ عارضی گھبراہٹ رفع ہوگئی -

۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء آج دن بھر ابر چھایا رہا لیکن بارش نہیں ہوئی ۱۰ بجے ہز مجسٹی امیر معہ اپنے سرداروں کے حضور وائسرائے کی ملاقات کے واسطے سرکٹ ہوس تشریف لے گئے قاعدہ کے بموجب حضور وائسرائے نے

سر لویس ڈین اور اپنے پرسنل اسٹاف کے چند ممبروں کو ہز مجسٹی کے استقبال کے واسطے پہلے سے روانہ کر دیا تھا جب یہ لوگ ہز مجسٹی کی خدمت میں پہنچے تو انہیں تیار پایا اور سب ملکر سرکٹ ہوس روانہ ہوئے - جس رستہ سے سواری گذرنے والی تھی اس پر دو رویہ تماشائی صف بستہ کھڑے تھے - ہز مجسٹی جھک جھک کر سب کے سلام لیتے جاتے تھے - درباری خیمہ کے دروازہ پر لارڈ منٹو نے استقبال کیا اور نہایت تپاک سے ہاتھ ملا کر اندر لے گئے - ۳۱ توپوں کی سلامی سر ہوئی - اور بینڈ نے افغانی گیت گانا شروع کیا - درباری خیمہ ۱۵۰ فٹ لمبا اور ہر قسم کے سامان آرائشی سے آراستہ تھا - درمیان میں ایک چتر کے نیچے دو چاندی کی کرسیاں بچھی ہوئی تھیں مہمان و میزبان اُن پر جا کر بیٹھے چوبدار ہاتھ میں مورچھل لئے کھڑے تھے - گورنران صوبجات کمانڈر انچیف معہ ممبران کونسل اور دیگر اعلے یوروپین حکام اور حضور وائسرائے کے معزز مہمان موجود تھے - ایک طرف پردہ کے پیچھے لیڈی منٹو - لیڈی ایلیٹ اور دوسری معزز لیڈیاں بیٹھی ہوئی تھیں - امیر صاحب اور لارڈ منٹو دونوں جنرل کے لباس میں تھے - امیر صاحب کے سینے پر بہت سے تمغے (آرڈر) لٹک رہے تھے اور استراخانی ٹوپی میں ہیرے کا ستارہ چمک رہا تھا - اس موقعہ پر امیر صاحب نے اپنے شاہانہ وقار کو برابر قایم رکھا اور خیمہ کی آرائش و زیبائش اور حاضرین کی جماعت سے متاثر نہ ہو کر صرف معزز میزبان ہی کی جانب متوجہ رہے - سب سے پہلے آپ نے انگریزی میں ارشاد فرمایا کہ "میں چاہتا ہوں کہ اپنے خاص خاص سرداروں کا آپ سے تعارف کراؤں" اور پھر باری باری سب کو پیش کیا - اعلے افغان سرداروں سے حضور وائسرائے نے مصافحہ کیا باقیوں کے سلام سر کے اشارہ سے لئے

اس کے بعد امیر صاحب نے مسکرا کر کہا "کہ میں اچھی طرح انگریزی نہیں بول سکتا آپ کو دقت ہو گی لہذا مجھے اپنا ترجمان بلا لینے دیجیے"۔

حضور وائسرائے - آپ کا ارشاد بسر وچشم - مگر آپ نے جو الفاظ فرمائے ان سے معلوم ہوا کہ آپ اچھی انگریزی بولتے ہیں مجھے آپ کی انگریزی سمجھنے میں مطلق دقت نہیں ہے۔

(افغان سردار نے آگے بڑھکر سلام کیا اور اس کی وساطت سے گفتگو شروع ہوئی)

حضور وائسرائے - میں امید کرتا ہوں کہ اس طول طویل سفر میں آپ نے ریل کو آرام دہ پایا ہو گا۔

امیر صاحب - سفر بڑے آرام اور دلچسپی سے گذرا۔

حضور وائسرائے - میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ راستہ میں انتظام ہر جگہ خاطر خواہ ہو گا۔

امیر صاحب - مقامی افسروں نے ہر جگہ میری آسائش کا بہت لحاظ رکھا۔

حضور وائسرائے - میں یہاں آپ کا خیر مقدم کر کے بہت مسرور ہوا۔

امیر صاحب - علیٰ ہذا میں بھی۔

حضور وائسرائے - میں آپ کی تشریف آوری کا عرصہ سے منتظر تھا

امیر صاحب - مجھے بھی آپ کی ملاقات کا از حد اشتیاق تھا۔

حضور وائسرائے - مجھے امید ہے کہ آپ کے ساتھ تخلیہ کی گفتگو کے مجھے بہت سے موقعے ملینگے۔

امیر صاحب - میری بھی یہی خواہش ہے -

اس کے بعد کلکتہ کے سفر کا ذکر ہوا اور حضور وائیسرائے نے امیر صاحب سے کہا کہ شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم آپ کی تشریف آوری سے بہت خوش ہوئے تھوڑی دیر بعد چاء حاضر کی گئی اور حضور وائیسرائے نے بالائی کا ظرف خود اپنے ہاتھ سے امیر صاحب کے سامنے پیش کیا امیر صاحب نے چاء نوشی سے قبل کچھ بالائی وائیسرائے کی پیالی میں ڈال دی اور متبسم ہو کر فرمایا "لیجئے میں آپکو دودھ دیتا ہوں"

اس کے بعد مہمان و میزبان ہاتھ ملا کر ایک دوسرے سے رخصت ہوئے ۳۱ توپیں پھر سر ہوئیں - اس دوران ملاقات میں امیر صاحب نہایت بے تکلف گفتگو کرتے اور ہر بات کا فوراً جواب دیتے تھے اُن کی سادگی اور اخلاق کا حاضرین پر خاص اثر ہوا -

۳ بجے حضور وائیسرائے معہ لارڈ کچنر اور دیگر اعلٰے حکام اور اپنے پرسنل اسٹاف کے ملاقات بازدید کے واسطے افغان سرداروں کے ساتھ جو استقبال کے واسطے پہلے سے موجود تھے امیر صاحب کے کیمپ میں تشریف لائے امیر صاحب نے نہایت تپاک سے استقبال اور خیر مقدم کیا افغانی فوج نے سلامی دی - میاں مولا بخش صاحب اتاچی فارن آفس کی وساطت سے گفتگو شروع ہوئی - سب سے پہلے امیر صاحب نے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں انگریزی اچھی طرح نہیں بول سکتا - ۱۶ برس ہوئے کہ میں نے صرف چار مہینے انگریزی پڑھی تھی - اس دوران سیاحت میں اُمید ہے کہ انگریزی اچھی طرح بولنے لگونگا لیکن "دوستی بدل است نہ بزبان" اس کے بعد حضور وائیسرائے نے اپنے ہمراہیوں میں سے خاص خاص اصحاب کا امیر صاحب سے تعارف کرایا - اور تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد رخصت ہوئے -

شام کو لارڈ منٹو نے امیر صاحب کے اعزاز میں نہایت شاندار گارڈن پارٹی دی جس میں حکام - والیاں ریاست اور معزز مہمان سب ملا کر ایک ہزار سے زیادہ اصحاب شریک تھے - اس موقع پر حضور والیسرائے نے لیڈی منٹو کا ہز مجسٹی سے تعارف کرایا - دیر تک دونوں میں باتیں ہوتی رہیں اکثر والیان ریاست سے بھی امیر صاحب نے گفتگو فرمائی - اور ہر والی ریاست کے خاندانی حالات اور پولیٹکل تاریخ سے ایک غیر معمولی واقفیت کا اظہار کیا - جملہ حاضرین پر آپ کے بے نظیر شاہانہ اخلاق کا خاص اثر پڑا +

۱۱ - جنوری ۱۹۰۷ء آج مطلع صاف ہو گیا اور خوب دھوپ نکلی -

۱۰ - جنوری کی شام کو کمیٹی اسلامیہ کی جانب سے تمام شہر میں اعلان ہوا تھا کہ اعلحضرت سراج الملت والدین امیر حبیب اللہ خان بہادر خلد اللہ ملکہٗ شہنشاہ حقیقی کے سامنے اظہار عبودیت کے واسطے جامع مسجد میں تشریف لاوینگے جس مسلمان کو نماز پڑھنا ہو ۱۱ - بجے تک پہنچ جائے ورنہ پھر جگہ کا ملنا مشکل ہے - مسلمان مہینوں سے اس متبرک دن کا انتظار کر رہے تھے - سیکڑوں آدمی تو رات ہی سے مسجد میں جا پہنچے اور فجر کی نماز وہیں ادا کر کے اپنی اپنی جگہ قبضہ کر کے بیٹھ گئے - آٹھ نو بجے تک تمام مسجد نمازیوں سے بھر گئی - ۱۱ بجے یہاں تک نوبت پہنچی کہ تمام صحن - دالان چھت اور برجوں پر آدمی ہی آدمی نظر آنے لگے ایک پر ایک گرا پڑتا تھا - جنہوں نے تمام عمر مسجد کی صورت نہ دیکھی تھی وہ بھی نہایت شوق ذوق سے چلے آتے تھے - مسجد کا درمیانی وسیع در امیر صاحب اور ان کے ہمراہیان کے واسطے خالی رکھا گیا تھا - امیر صاحب کیمپ سے چل کر قلعہ کی سرسری طور سے سیر کرتے ہوئے ایک بجکر بیس منٹ پر خانہ خدا میں داخل ہوئے

۱۲ بجے امیر صاحب کے ہمرکاب رسالے اور پلٹن کے شاندار جوان
معہ چند افسروں کے زرق برق وردیاں پہنے ہوئے آ گئے تھے۔ پلٹن
کے سپاہی توبندوقیں لئے ہوئے دروازہ مسجد سے درمیانی در تک
دورویہ صفیں باندھکر کھڑے ہو گئے۔ در کے اندر ہمرکاب رسالے کے
خوش رونگی تلواریں اور تینچے لئے ہوئے بیضوی شکل میں ایستادہ ہوئے
کچھ معزز سردار بھی پہلے سے آ گئے تھے۔ یہ نظارہ ایسا دلچسپ اور شاندار
تھا کہ جنکی آنکھوں نے دیکھا وہی اس کی کیفیت کا اندازہ کر سکتے ہیں لفظوں
کے ذریعہ صفحہ قرطاس پر دکھانا ناممکن ہے۔ افسوس کہ اُس وقت مسجد کے
اندر کوئی فوٹوگرافر موجود نہ تھا جو اس دلچسپ منظر کو بقائے دوام کے
مرتبہ پر پہنچاتا۔ مسجد کے صدر دروازہ کے آگے جہاں غدر سے پہلے
مسجد کا عالیشان شاہی دروازہ تھا ایک پھولوں کا دروازہ سجایا گیا تھا
جب امیر صاحب کی سواری اس دروازہ تک پہنچی تو ممبران اسلامیہ کمیٹی
نے خیر مقدم کیا۔ امیر صاحب گاڑی سے اُترکر فوجی گیلری کے راستہ
سے منبر تک پہنچے اور وہاں نشست فرمائی۔ اس موقعہ پر امیر صاحب کی
زیارت کے عام جوش نے مسلمانوں میں ہلچل ڈال دی جو ایک پشاوری
واعظ کے مختصر وعظ سے رفع ہو گئی۔ اول امیر صاحب نے اپنے ایک
سردار کے ذریعہ سے امام مسجد اور ممبران سے خود نماز پڑھانے کی اجازت
حاصل کی۔ اس کے بعد سنتیں پڑھکر ایک مختصر خطبہ جو ایک سفید کاغذ پر
لکھا ہوا تھا خوش الحانی اور بلند آواز سے پڑھا۔ اس وقت تلوار ہاتھ میں
لئے ہوئے تھے۔ جب خطبہ ختم ہوا تلوار ہاتھ سے رکھکر نماز پڑھائی۔ دائیں
بائیں کسی قدر پیچھے دو افغانی سردار کھڑے ہوئے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فیل

اور دوسری رکعت میں سورہ قریش نہایت عمدہ قرارت سے پڑھی جن کو سامعین نے بڑی دلچسپی اور مفاخرت سے سنا۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا یا گزشتہ جمعہ کی پشاور کی جماعت کے لحاظ سے دوسرا موقع تھا کہ کسی بادشاہ نے خود نماز پڑھائی ہو خلفائے راشدین اور ان کے بعد اکثر دوسرے ملکوں کے سلاطین مثل امیر تیمور اور مرزا الغ بیگ گورگاں بر سر منبر جمعہ و جماعت میں خطبہ پڑھا کرتے تھے لیکن ہندوستان کے کسی مسلمان بادشاہ کا خود نماز پڑھانا کسی تاریخ میں نظر سے نہیں گذرا۔ ایک مرتبہ ماہ رجب ۹۸۰ھ میں جمعہ کے دن فتحپور سیکری کی جامع مسجد میں اکبر نے البتہ نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تھا لیکن عجب اتفاق ہوا کہ منبر پر چڑھتے ہی تھر تھر کانپنے لگے اور زبان سے کچھ نہ نکلا۔ آخر شیخ فیضی کے یہ تین شعر ایک دوسرے امیر کی مدد سے پڑھکر اتر آئے اور محمد امین خطیب نے نماز پڑھائی ؎

خداوندا کہ مارا خسروی داد	دل دانا و بازوئے قوی داد
بعدل و داد مارا رہنموں کرد	بجز عدل از خیال ما بروں کرد
بود وصفش ز حد فہم برتر	تعالےٰ شانہ اللہ اکبر۔

۱۰۶۵ھ میں شاہجہاں کی بڑی بیٹی جہاں آرا بیگم نے اکبر آباد کی اس وسیع اور خوبصورت جامع مسجد کو تعمیر کرایا تھا اس وقت سے شاہجہان اور اورنگزیب صرف دو بادشاہوں کو اس مسجد میں شہنشاہ حقیقی کے سامنے سر جھکانے کا شرف حاصل ہوا تھا اب رجب ۱۰۸۲ھ کے بعد سے آج ۲۵ ذیقعد ۱۳۲۳ھ کو تیسرے بادشاہ سراج الملت والدین نے یہ فخر حاصل کیا۔ نمازیوں کی تعداد کا تخمینہ ستر اسی ہزار سے زائد کیا جاتا ہے۔

ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں نمازیوں کے سجدے آدمیوں کی پشت پر ہوئے۔

ڈاکٹر برنیر نے اپنے سفرنامہ میں اورنگ زیب کے جامع مسجد میں جانے کا جو حال تحریر کیا ہے وہ بھی قریب قریب اسی طریقے کے ہے جو اس موقع پر دیکھنے میں آیا چنانچہ وہ لکھتا ہے " بادشاہ ہر جمعہ کو جو مسلمان ملکوں میں ہمارے اتوار کی طرح مقدس سمجھا جاتا ہے مسجد میں نماز پڑھنے کو جاتا ہے۔ جس رستہ سے اُس کا گذر ہوتا ہے اُس پر گرمی اور گرد و غبار کے فرو ہو جانے کے لیے خوب چھڑکاؤ کر دیا جاتا ہے اور قلعہ کے دروازے سے لیکر مسجد تک تین یا چار سو سپاہی دورویہ صف باندھکر کھڑے ہوتے ہیں جن کے پاس چھوٹی چھوٹی مگر بہت خوبصورت بندوقیں ہوتی ہیں جن پر سُرخ بانات کا غلاف ہوتا ہے اور اُس کے سرے پر ایک چھوٹا سا پھرّا۔ اور پانچ یا چھ عمدہ سوار قلعے کے دروازہ پر اس غرض سے موجود رہتے ہیں کہ سواری کے وقت رستہ کھُلا اور صاف رکھیں اور وہ اتنے فاصلے پر آگے آگے چلتے ہیں کہ اُن کی گرد سے بادشاہ کو تکلیف نہ پہنچے۔ جب یہ سب تیاری ہو جاتی ہے تو بادشاہ قلعہ سے کبھی تو ہاتھی پر جو خوب سجایا ہوا اور جس پر سنہری اور منقش کام کی عماری کسی ہوئی ہوتی ہے سوار ہو کر نکلتا ہے اور کبھی سنہرے اور لاجوردی کام کے تخت رواں پر جو کمخواب یا زعفرانی رنگ کی مخمل سے منڈھے ہوئے ڈنڈوں پر بندھا ہوا ہوتا ہے اور جس کو آٹھ چیدہ اور زرق برق وردیوں والے کہار کندھے پر اُٹھاتے ہیں سوار ہوتا ہے۔ پیچھے پیچھے بہت سے امرا ہوتے ہیں جو بعض تو گھوڑوں پر اور بعض پالکیوں میں سوار ہوتے ہیں اور انہی میں ملے ہوئے بہت سے منصب دار اور چاندی کی چھڑیوں

والے چوبدار وغیرہ ہوتے ہیں۔"

نماز کے بعد اسلامیہ کمیٹی کی طرف سے ایک نقرئی تھالی میں ایڈریس پیش کیا گیا جو نہائت عمدہ مطلا کاغذ پر سنہرے حرفوں سے لکھا ہوا اور ایک خوبصورت ریشمی کامدار کتاب بین رکھا ہوا تھا۔ اسے منشی امیرالدین صاحب ممبر نے اجازت کے بعد پڑھ کر سنایا جو حسب ذیل ہے۔

سپاسنامہ از جانب مسلمانان آگرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

بخدمت سرکار رفعت آثار عظمت مدار سراج الملت والدین ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خان صاحب والئے دولت خداداد افغانستان

اے آمدنت باعث آبادیٔ ما
ذکر تو بود زمزمہ شادیٔ ما

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ از مرور صدہا سال ایں موقع مبارک رونمود کہ دریں ماہ متبرک و یوم مسعود فرمانروائے اہل اسلام بمسجد ہذا نماز جمعہ ادا نمودہ مخلصان سرکار والا را عزت افزائی فرمودند ؎

ز قدر شوکت سلطاں نگشت چیزے کم
کلاہ گوشۂ دہقان بہ آفتاب رسید

بناءً علیہ ایں روز سعادت افروز منجملہ واقعات تاریخی اکبرآباد دوام یادگارے و در خلاف تاصدہا سال زبان زد ہر خاص و عام خواہد بود۔ از ہمہ بالاتریں امر موجب مسرت و فرحت بے اندازہ است کہ دریں دلائی مابین دولتین یعنی ہندوستان و افغانستان روابط اتحاد و ضوابط وداد کہ

باعث این خیر و برکت یعنی قدوم میمنت لزوم شده اند از سابق روز افزوں
و از اندازه بیروں اند۔ لہذا از کمال اخلاص دریں بقعۂ کرامت و اجابت اختصاص
و بریں آستانہ فیض کاشانہ دستِ دعا و دامن مُدعا دراز کردہ مخلصان سرکار
والا التجا میکنند کہ باوجود ہمچنیں اتحادے مابین سرکارین مدام دائم و برقرار دارد
و آنرا باعث سرسبزی و بہبودی ہر دو ملک کناد۔

ایام اقبال مستدام باد۔

امیر صاحب کے جواب کا ایک افغانی سردار نے یہ ترجمہ سُنایا۔
"میں اسلامیہ کمیٹی کا شکریہ ادا کرتا ہوں مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آج میں نے
اپنے تمام مسلمان بھائیوں کے ساتھ اس مسجد میں نماز ادا کی جو ہمارے
بزرگوں اور شاہان سلف کی تعمیر کی ہوئی ہے۔ میں گورنمنٹ ہند کا بھی شکریہ
ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے آج کے دن اپنے مُسلمان بھائیوں کے ساتھ
نماز پڑہنے کا موقعہ دیا۔ میں آپ لوگوں کی اس بات کا بھی شکریہ ادا کرتا
ہوں کہ آپ نے مجھے خطبہ پڑہنے اور نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑہایا"
اس کے بعد امیر صاحب بلند آواز سے سلام کرتے اور لوگوں کے
سلاموں کا دونوں ہاتھوں سے جواب دیتے ہوئے واپس تشریف لیگئے۔

سہ پہر کے وقت امیر صاحب ہندوستان کی سب سے زیادہ
خوبصورت اور دلکش عمارت روضہ ممتاز محل (تاجگنج) کی سیر کے واسطے
تشریف لے گئے جہاں شاہجہان اور ممتاز محل کی پاک روحوں نے نہایت
اُلفت اور دلی جوش سے استقبال اور خیر مقدم کیا۔ سب سے پہلے شاہجہان
کی رُوح نے ؎

گر بر سر و چشم من نشینی ٭ نازت بکشم کہ نازنینی

کا ترانہ گایا۔ اس کے بعد معزز مہمان کو اپنے عجیب خانے کی سیر کرا کر نہایت حسرت بھرے الفاظ میں اپنی بیکسی اور بے بسی کا اظہار کیا۔ آخر میں یہ شعر پڑھ کر رخصت کیا ؎

چلے ہو لیکے دل ہمراہ تم آنا یہاں پھر بھی
کرم کرنا ہمارے حال پر اے مہرباں پھر بھی

یہاں سے رخصت ہو کر امیر صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر صوبہ متحدہ کے کیمپ میں پہنچے۔ جہاں پر ہاکی گراونڈ میں گھڑ دوڑ اور دیگر کھیلوں کا سامان ہو رہا تھا۔ حضور وائسرائے معہ لیڈی منٹو کے پہلے سے موجود تھے استقبال کے بعد ایک چھوٹے سے شامیانے سے آپ کو گھڑ دوڑ دکھائی گئی جسے دیکھ کر آپ بہت محظوظ ہوئے۔

شام کو حضور وائسرائے نے امیر صاحب کے اعزاز میں عظیم الشان اسٹیٹ ڈنر دیا جس میں یورپین اعلیٰ حکام والیان ریاست۔ افغانی سردار سب ملکر ۱۲۰ آدمی شریک تھے۔ حضور ملک معظم کا جام صحت نوش کرنے کے بعد جناب وائسرائے بہادر نے امیر صاحب کا جام صحت تجویز کیا اور مناسب موقع ایک مختصر تقریر کی جس سے امیر صاحب بہت خوش ہوئے اور شکریہ ادا کرکے حضور وائسرائے کا جام صحت تجویز کیا جس کا ہز اکسیلنسی نے شکریہ ادا کیا۔ اس موقعہ پر امیر صاحب نے منجملہ دیگر اصحاب کے جاپانی فوج کے ایک جنرل مسمی ایگاناگی سے بھی گفتگو کی۔ اختتام جلسہ تک باہر بینڈ برابر افغانی گیت گاتا رہا۔

۱۲۔ جنوری ۱۹۰۷ء آج کا دن اعلیٰحضرت ملک معظم ایڈورڈ ہفتم شہنشاہ ہندوستان کی فوجی شان و شوکت کے دکھلانے کے واسطے مخصوص تھا۔ ہندوستان کے مختلف مقامات سے ۳۰ ہزار چیدہ اور منتخب فوجیں

آگرہ میں جمع کی گئی تھیں جو صبح سے کھیریا کے میدان میں صف بستہ تھیں اگرچہ یہ تعداد دربار دہلی کی افواج کی تعداد سے نصف کے قریب تھی مگر امیر صاحب کی موجودگی کی وجہ سے یہ فوجی نظارہ وہاں سے زیادہ بارعب اور شاندار تھا۔ اعلیٰ حکام اور معزز مہمانوں کے علاوہ لاکھ سے زیادہ عام تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ ۱۰ بجے کے بعد امیر صاحب اور حضور وائیسرائے تشریف لائے۔ سب سے آگے امپیریل کیڈٹ کور کا رسالہ تھا۔ امیر صاحب کا ہمرکاب حضور وائیسرائے کے باڈی گارڈ کا رسالہ بھی ساتھ تھا۔ مہمان و میزبان فوجی لباسوں میں گھوڑوں پر سوار تھے۔ امیر صاحب کی ٹوپی میں ایک خاص قسم کا خوبصورت طرّہ لگا ہوا تھا۔ استقبال اور سلامی کے بعد فوج کا مارچ پاسٹ شروع ہوا۔ رسالے توپ خانے۔ پلٹنیں۔ مختلف قسم کی زنگارنگ اور فوق البھڑک وردیوں میں باقاعدہ قواعد کرتے ہوئے ایسے بھلے معلوم ہوتے تھے کہ جس کا فوٹو کھینچنا مشکل ہے۔ درمیان میں ایک غبارہ معلق تھا جس میں ایک فوجی مخبر بیٹھا ہوا فوجوں کی نقل وحرکت کو دیکھ رہا تھا۔ امیر صاحب نے دو گھنٹہ تک نہایت غور سے اس شاندار منظر کا ملاحظہ کیا اور اختتام پر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور سپہ سالار فوج سر ایلفرڈ گیسلی کو ریویو کی عمدگی پر مبارکباد دی۔ امیر صاحب نے توپخانہ سے بہت دلچسپی ظاہر کی اور ہر قسم کی توپوں کو دیر تک بغور ملاحظہ فرماتے رہے۔ آخر میں سب لوگ اسی شان وشوکت سے جیسے کہ تشریف لائے تھے واپس ہوئے۔ دو تین گھنٹہ تک گاڑیوں اور موٹر کاروں کا سلسلہ جاری رہا۔

۹ بجے رات کو اکبر آباد کے قلعہ کے دیوان عام میں عطائے خطابات کا وہ عالیشان جلسہ منعقد ہوا جو اپنی شان وشوکت اور عظمت کے لحاظ سے

سب سے بڑھا ہُوا تھا اور امیر صاحب کو اپنی بقیہ سیاحت میں اس سے زیادہ شاندار جلسہ دیکھنے کا کہیں موقع نہیں ملے گا۔ دو مہینے سے اس جلسہ کی قلعہ میں تیاریاں ہو رہی تھیں ۔ قلعہ کی تمام نفیس شاہی عمارتوں میں اس صنعت اور کثرت سے برقی روشنی کا انتظام تھا کہ تمام عمارتیں بقعہ نور ہو رہی تھیں لیکن کسی جگہ کوئی شمع یا قمقمہ نظر نہ آتا تھا۔ شیشے کے نلوں کے اندر بجلی کا تار رکھکر نلوں کو لکڑی کی کانسوہ سے چھپا دیا تھا اور لکڑی پر سفید رنگ پھیر کر سنگ مرمر بنا دیا تھا۔ حوض میں بھی پانی کے اندر اسی قسم کی روشنی موجود تھی ۔ ثمن برج اور محل خاص کے حوضوں کے فوارے جو سینکڑوں برس سے خراب پڑے تھے از سر نو درست کئے گئے تھے۔ دیوان عام و خاص اور محل خاص نہایت اعلےٰ درجہ کے فرش اور آرائشی ساز و سامان سے آراستہ کیا گیا تھا۔ وسیع انگوری باغ میں چار سُنہرے سُتونوں پر خوبصورت شامیانہ تنا ہوا تھا۔ غرضیکہ قلعہ ایسا سجایا گیا تھا کہ شاہی زمانہ کے بعد سے ایسی سجاوٹ کبھی نہیں ہوئی تھی۔ سب سے پہلے والیان ریاست اور دیگر معزز اشخاص جو اس موقع پر مدعو کئے گئے تھے اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے ۔ اس کے بعد امیر صاحب معہ اپنے سرداروں کے نہایت شان شوکت سے تشریف فرما ہوئے ۔ پھر حضور وائسرائے رونق افروز ہوئے ۔ دیوان عام کو پردوں سے روک کر کئی کمروں پر منقسم کر دیا گیا تھا۔ جب سب لوگ ترتیب سے بیٹھ گئے تو تمام جلوس ایک عام کمرہ میں جو نہایت تکلف سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا داخل ہُوا اور حضور وائسرائے تشریف لاکر ایک تخت پر بیٹھ گئے ۔ ہندوستانی خطابات عطا کرنے کی کارروائی شروع ہونے سے بیشتر فرمان سکرٹری نے

وائیسرائے کی اجازت سے حضور ملک معظم کا وہ فرمان پڑھ کر سُنایا جس میں امیر صاحب کو خطاب جی۔سی۔بی سے معزز فرمایا گیا تھا۔ اس کے بعد امیر صاحب کو اس خطاب کا مرصّع نشان پہنایا گیا جس کا امیر صاحب نے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد عطائے خطابات کی باقی کارروائی عمل میں آئی اور مستحقین کو تمغجات کے مرصّع نشان عطا ہو کر دیوان عام سے جلسہ برخاست ہُوا۔ ۹ ½ بجے محل خاص میں حضور وائیسرائے نے ایوننگ پارٹی دی جس میں بعض نئے مہمان بھی شامل تھے جو پہلے جلسہ میں موجود نہ تھے۔ ان جلسوں میں سول اور فوجی حکام نہایت اعلےٰ درجہ کی وردیوں اور معزز یورپین لیڈیاں ایسی نفیس اور زرین پوشاکوں سے آراستہ تھیں۔ جو اس سے پہلے ہمارے دیکھنے میں کبھی نہیں آئیں۔

۱۳- جنوری ۱۹۰۷ء آج اتوار کی وجہ سے کسی قسم کا خاص جلسہ نہیں ہوا ۱۰- بجے امیر صاحب نہ صرف ایشیا بلکہ دُنیا کی لاثانی عمارتوں کے تاج بلکہ سرتاج عمارت روضۂ ممتاز محل کے دوبارہ اور اطمینان سے دیکھنے کے واسطے تشریف لے گئے۔ چونکہ امیر صاحب کی تشریف آوری کا حال پہلے سے معلوم ہو چکا تھا لہذا کسی شخص کو روضہ کے اندر جانے کی اجازت نہیں تھی اس وجہ سے خلقت کا دروازہ پر بیحد ہجوم تھا۔ امیر صاحب نے دو ڈھائی گھنٹہ اس نور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی موہنی مورت کی بے نظیر صناعیوں اور حسن کے نظارہ سے خاص لطف اُٹھایا۔ شاہجہان اور ممتاز محل کے خاص خلوت گاہ میں قدم رنجہ فرما کر اُن سے دیر تک راز و نیاز کی باتیں کیں اور نہایت ادب سے فاتحہ کا متبرک اور بیش بہا تحفہ پیشکش کر کے اوپر آئے اور گوشہ شمال و مشرقی کے مینار پر چڑھ کر شہر اور جمنا کا

منظر دیکھا - مسجد تسبیح خانہ - حوض - نہریں - باغ - خوش رنگ پھول پتوں - گرم گھر - سرد گھر غرضیکہ ہر چیز کو نہائیت غور اور حیرت سے ملاحظہ کیا - اندر باہر کے کئی فوٹو اپنے ہاتھ سے اُتارے - جب سیر سے خوب دل بھر گیا - حکم دیا کہ اب کسی کو مت رو کو سب کو آنے دو - جب کچھ یورپین اندر آ گئے تو ایک دلچسپ واقع پیش آیا - ایک معمولی درجہ کا انگریز اسکول ماسٹر مع اپنی میم اور تین برس کے لڑکے کے تاجگنج کی سیر کر رہا تھا جب امیر صاحب نورانی گنبد سے باہر نکلے میم نے لڑکے کو سمجھا کر آگے بڑھایا - اُس نے نہائیت ادب سے جھک کر سلام کیا - امیر صاحب کو یہ ادا بہت پسند آئی - چینی کی مورت کو فوراً گود میں اُٹھا لیا اور آدھ گھنٹہ پیار کرتے رہے - اسی عرصہ میں امیر صاحب کے حکم سے ایک افغان سردار گاڑی پر سوار ہو کر کیمپ گیا اور وہاں سے ایک بکس لایا امیر صاحب نے اُس بکس میں سے ایک طلائی ہار نکال کر اُس لڑکے کو پہنا دیا - اس کے بعد رخصت ہوئے -

۳ - بجے موٹر کار پر سوار ہو کر سکندرہ تشریف لے گئے اور شہنشاہ اکبر کے مقبرہ کی جو فن تعمیر کا نہائت اعلےٰ اور خوشنما نمونہ ہے زیارت کی - ۸ بجے شب کو لارڈ کچنر کے یہاں دعوت تھی - تمام کیمپ نہائیت اعلےٰ درجہ کی خوجی روشنی سے جگمگا رہا تھا - درمیان میں ایک بلند منارہ بنایا گیا تھا جس پر نیچے سے اوپر تک مختلف رنگ کی لالٹینیں روشن تھیں جنکی روشنی دور سے بہت اچھی معلوم ہوتی تھی -

۱۴ - جنوری ۱۹۰۷ء آج پروگرام کے خلاف لارڈ کچنر نے مصنوعی جنگ کا انتظام کیا اور امیر صاحب کو جنگ زرگری کے کرتب دکھائے گئے

جن سے آپ نے نہایت دلچسپی ظاہر کی اور مختلف امور پر لارڈ کچنر سے استفسار فرماتے رہے۔ سپاہیوں نے بہادری کے خوب خوب جوہر دکھائے۔ توپیں دنادن چلتی تھیں اور مقابل صفیں ایک دوسرے پر نہایت بہادری سے حملہ آور ہوتی تھیں۔ اختتام جنگ پر امیر صاحب نے لارڈ کچنر سے اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد فوجی خیمے دیکھنے کو تشریف لے گئے اور پانچ گھنٹے تک برابر گھوڑے پر سوار لارڈ کچنر کے ساتھ فوجی کیمپوں میں پھرا کئے۔ اخیر میں لارڈ کچنر کا اس تمام کارروائی پر شکریہ ادا کیا۔

۶- بجے شام کو امیر صاحب کے اعزاز میں آگرہ فورٹ سے حضور تاجگنج تک تین میل کے قریب روشنی کی گئی۔ اسٹیشن سے پرتاب پورہ تک قریب ایک میل قمقمے اور قندیلیں روشن تھیں اور وہاں سے حضور وائسرائے کے کیمپ تک شیشے کے گلاسوں میں موم بتیاں جل رہی تھیں۔ جگہ جگہ درختوں میں خوبصورت چینی قندیلیں آویزاں تھیں۔ قلعہ کی فصیل اور برجوں پر نہایت کثرت سے چراغ روشن تھے۔ غرضیکہ قلعہ سے لیکر تاجگنج تک تمام راستہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ اور آگرہ والوں نے کبھی اس قدر روشنی کا تماشہ نہ دیکھا تھا۔ اسی وقت امیر صاحب کو قلعہ پر سے ولایتی آتشبازی کا تماشہ دکھایا گیا چونکہ آپ نے اس سے پیشتر کبھی ولایتی آتشبازی نہ دیکھی تھی لہذا آپ کو اسے دیکھکر بہت حیرت آمیز مسرت ہوئی۔ شہر کی لاکھوں مخلوق نے بھی اس آتشبازی کا لطف اٹھایا۔ سب سے پہلے سلامی کے ۳۱- گولوں نے آسمان سے ہیرے اور زمردوں کا مینہہ برسایا۔ اس کے بعد طرح طرح کے گولے اور بان چھوڑائے گئے۔ کسی سے ستارے اور کسی سے چنبیلی کے پھول۔ کسی سے سانپ۔ مچھلیاں۔ کسی سے پھولوں کی کیاریاں

کسی سے موتی یاقوت اور لیلیٰ مجنوں کے درخت پیدا ہوئے۔ پھر ایک گولے سے بادل گھر آیا اور بجلی چمکنے لگی اور فارسی "خوش آمدید" نظر آیا کچھ گولوں سے شہنشاہ ہند اور ملکہ محترمہ حضور وائسرائے لیڈی منٹو۔ اور ہز مجسٹی امیر کے بڑے بڑے مرقعے دکھائی دیئے۔ مختصر یہ کہ ایک گھنٹہ تک پرستان کا عالم پیش نظر رہا اور ایسا سماں دیکھنے میں آیا جس کے دیکھنے کی آیندہ کوئی امید نہیں۔ شب کو سرجان ہیوٹ صاحب لفٹننٹ گورنر صوبہ متحدہ نے امیر صاحب کے اعزاز میں شاندار ڈنر پارٹی دی جس میں معزز یورپین حکام شریک تھے۔ ڈنر نہائیت عمدگی سے ختم ہوا آخر میں سرجان ہیوٹ نے حضور ملک معظم اور امیر صاحب کا جام صحت تجویز کیا امیر صاحب کے جام صحت نوش ہونے کے وقت بینڈ افغانی قومی گیت گا رہا تھا۔ تمام کیمپ چینی لالٹینوں اور دیگر نفیس روشنی سے روشن تھا۔ ایک مصنوعی جھیل کے اردگرد خوب روشنی کی گئی تھی اور روشنی کے حروف میں یہ مصرع لکھا ہوا تھا۔ ع اے آمدنت باعث آبادی ما۔ امیر صاحب اس شاندار منظر کو دیکھکر بہت خوش ہوئے۔

۱۵۔ جنوری ۱۹۰۷ء آج صبح کے وقت خلاف پروگرام کے امیر صاحب حضور وائسرائے اور لیڈی منٹو کے پاس تشریف لائے اور دونوں کو اپنے وہ فوٹو دکھائے جو افغانستان کے مختلف مقامات پر تیار کئے گئے تھے۔ تھوڑی دیر گفتگو کرنے اور چاء وغیرہ پینے کے بعد واپس ہوئے۔ ۳۔ بجے دن کے حضور وائسرائے آگرہ سے روانہ ہو گئے۔

ایک بجے امیر صاحب موٹر کار پر سوار ہو کر فتحپور سیکری روانہ ہوئے

۱۲ کوس تک برابر چھڑکاؤ کا انتظام تھا۔ اس سے امیر صاحب بہت خوش ہوئے۔ سجادہ نشین درگاہ اور حضرت شیخ سلیم چشتی رح کے خاندان کے دوسرے ممبروں نے درگاہ کے بلند دروازہ پر آپ کا استقبال کیا۔ ہزارہا خلقت کا ہجوم تھا لیکن کسی کو درگاہ شریف کے اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ امیر صاحب نے شیخ غلام محی الدین صاحب پیرزادہ کی معرفت عام اعلان کرا دیا کہ جس کسی کو بادشاہ کے ساتھ نماز پڑھنا ہو وہ مسجد میں چلا آوے۔ یہ مژدہ سنکر ہزارہا مسلمان مسجد میں جمع ہو گئے سب سے پہلے امیر صاحب نے مسجد میں جاکر ظہر کی نماز پڑھائی پھر وہاں سے فارغ ہو کر روضہ میں تشریف لے گئے۔ اور مزار پر فاتحہ پڑھکر روضہ اور مسجد کا فوٹو اپنے ہاتھ سے اتارا۔ سجادہ نشین دربار نے تسبیح اور تبرک پیش کیا جسے آپ نے قبول فرمایا ۱۵۔ اشرفی ضرب بخارا بطور نذر درگاہ سجادہ نشین کو اور ۱۴۰ اشرفی خدام درگاہ کو مرحمت فرمائیں۔ اس کے بعد سنگ تراشوں کی مسجد کا ملاحظہ فرماتے ہوئے محلات شاہی کو تشریف لے گئے اور وہاں کی سیر سے فارغ ہو کر مراجعت فرمائی۔ درگاہ میں امیر صاحب نے کسی کی نسبت دریافت نہیں فرمایا کہ یہ نیا ہے یا پرانا۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے فارسی میں یہ جواب دیا۔ "این نیا است" اس پر امیر صاحب نے فرمایا کہ میں اردو بھی جانتا ہوں ایسی فارسی بولنے سے کیا حاصل ہے۔

۱۶ جنوری ۱۹۰۷ء۔ ۸ بجے صبح سے آگرہ کی ہزارہا خلقت امیر صاحب کی آخری زیارت کے واسطے رستوں پر اور اسٹیشن کے سامنے موجود تھی سول اور فوجی معزز افسروں کے علاوہ کچھ فوج بھی صف بستہ ہے۔ ایک فوٹوگرافر بھی اپنا ساز و سامان لیئے ہوئے منتظر کھڑے ہیں۔ امیر صاحب کے

بڑے بڑے سرداروں کی گاڑیاں اور اسباب بھی آرہا ہے۔ دو اسپیشل ٹرینیں تیار ہیں۔ مگر سب حاضرین ملول و مغموم نظر آتے ہیں اور کیوں نہ ہوں معزز اور با اخلاق مہمان کی جدائی سب کو شاق ہے ؎

جُدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو
یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

لیجیئے وہ امیر صاحب کی سواری آئی۔ آخری شان کا نظارہ بخوبی کر لیجیئے۔ پھر یہ وقت ملنا ناممکن ہے۔ گاڑی اسٹیشن پر آکر کھڑی ہوئی۔ امیر صاحب وہ اُترے۔ بینڈ بجنا شروع ہوا۔ فوٹو گرافر نے سیاہ چادر میں مُنہ چھپایا۔ امیر صاحب نے پلٹن کی صفوں کا ملاحظہ کیا اور لوگوں کا سلام لیتے ہوئے پلیٹ فارم کی طرف بڑھے۔ ہم نے خوب نگاہ بھر کر دیکھا۔ درازئ عمر و اقبال کی دعائیں مانگیں۔ برٹش گورنمنٹ کی آزادی اور فیاضی کا دل میں شکریہ ادا کیا۔ ۸ بجے کے بعد اسپیشل نے کھسکنا شروع کیا۔ یہ چلا ... وہ گیا ... منشی عابد علی صاحب دیکھتا امیر صاحب گاڑی میں کھڑے ہوئے اکبر آباد کا آخری منظر دیکھ رہے ہیں۔ وہ ریل کے پُل کے اندر گاڑی جا پہنچی اور نظروں سے غائب ہو گئی ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

ناظرین جو کچھ آنکھوں سے دیکھا یا جو قابل اعتبار ذریعہ سے کانوں نے سُنا اُسے نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے واسطے قلمبند کر لیا لیکن وہ ایک جگہ پھر بھی طول کلامی کا قصوروار ہوں اور اڈیٹر صاحب مخزن کا ڈر لگا ہے کہ طول کلامی سے آزردہ ہو کر مضمون کو ردی میں نہ پھینکدیں لیکن کیا کروں

مجبور تھا ؎

لطیف بود حکایت دراز تر گفتم۔

چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

اب آگرہ میں چاروں طرف سناٹا ہے۔ نہ کہیں طلسماتی پرستان کا منظر نظر آتا ہے۔ نہ کسی جگہ سبزہ زار کشمیر کا نمونہ دکھائی دیتا ہے۔ روشنی کی جگہ اندھیرا اور کیمپوں کے مقامات پر جہاں میلا لگا رہتا تھا ہُو کا عالم ہے قلعہ معلےٰ شاہانہ زیب و زینت سے خالی ہو کر اپنے اصلی سکوت کا اظہار کر رہا ہے غرضیکہ ؏

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا۔

سعید احمد مارہروی از آگرہ

اخبار ہندوستان لاہور نے جس سرعت کے ساتھ اشاعت میں ترقی کی ہے واقعی حیرت انگیز ہے اس قدر وسیع (۵۰۰۰) ہفتہ وار اشاعت کسی اور اُردو اخبار کو دو ڈھائی سال کے قلیل عرصے میں نصیب نہیں ہوئی۔ اب حال ہی میں دفتر اخبار ہندوستان سے ایک اور پولیٹکل رسالہ ہمالہ شایع ہوا ہے۔ اس میں پولیٹکل اور سوشل مضامین شایع ہوا کریں گے چندہ سالانہ عہ لکھائی چھپائی معقول ہم اپنے نئے ہمعصر کا خوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں +

منشی محمد بخش صاحب میر عمارت (کوچہ ڈوگراں - لاہور) ہز مجسٹی امیر کابل کی تشریف آوری کی خوشی میں یازدہ سورہ
(جس پر ریویو مخزن کے پچھلے پرچے میں چھپ چکا ہے) کی ایک لاکھ جلد تمام مساجد کو مفت تقسیم کر رہے ہیں تمام ائمہ مساجد پتہ مندرجہ بالا سے طلب فرما سکتے ہیں

حضرتِ دل کی سوانح عمری

(جو انہوں نے اپنے کاتب خصوصی (پرائیویٹ سکرٹری)، سید سجاد حیدر سے لکھوائی اور مخزن میں شائع کرائی)

مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں اپنی سوانح عمری لکھوں اس میں شک نہیں کہ میرے حالات فائدے سے خالی نہ ہونگے، لیکن مشکل یہ ہے کہ میرے سوانح میری کیفیات، میری زندگی کی صعوبات لوگوں کو یا تو یقین نہ آئینگی یا سمجھ میں نہ آئینگی۔ مثلاً ایک چھوٹی سی بات لیجئے: میں اثر پذیر بہت ہوں، خدا نے بیشمار مخلوق پیدا کی ہے، اور اس بیشمار مخلوق میں ایک ناچیز مختصر چھوٹی سی شے ہوں، لیکن میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں (اور یہ حکایت امر واقعی ہے، کچھ فخر نہیں) کہ اس تمام مخلوق میں کوئی مخلوق نہیں جو میری برابر متاثر ہوتی ہو + اسے کون یقین کریگا؟

پھر میں چھوٹی بڑی شئے سے متاثر ہوتا ہوں۔ نئی پرانی۔ قدرتی، مصنوعی، ظاہری، باطنی، صوری، معنوی، جاندار، بیجان، غرضیکہ کوئی چیز ہو مجھپر اثر کرنے کے لئے کافی ہے + لیکن آپ سے سچ کہوں ـــ اور سچ ہی کہوں گا۔ یا تو سوانح عمری لکھونگا نہیں یا لکھونگا تو سچائی سے منحرف نہ ہونگا ـــ کوئی چیز مجھپر اتنا اثر نہیں کرتی جتنا ...... میں کیسے کہوں آپ خبہ کرینگے ...... جتنا ...... جتنا ...... نا ...... حُسن +

میری بساط مُٹھی بھر کی بھی تو نہیں، لیکن حسین چیز دیکھی اور بیتاب ہوگیا + بانسوں اچھلنے لگتا ہوں + دھڑکنے لگتا ہوں + میں کسی سینے میں ہوں، اور وہ سینہ کسی لباس میں ہو۔ عبائے تقویٰ اور زُہد میں جامۂ رندی و

خراباتی میں، عالم و ادیب کے چوغے میں، یا سپاہی اور محارب کی وردی میں، کسان کے کُرتے میں، یا رئیس کے زرو زلباوے میں، غرض میں کہیں چھپا ہوں وہ چیز جسے حسن کہتے ہیں میرے سامنے ہوئی اور میں از خود رفتہ ہو گیا۔

ایک اور بات ہے جس سے میں اپنے حالات لکھتے ہوئے ہچکچاتا ہوں میں نے اس دنیا میں آرام نہ دیکھا + تکلیف اور درد میری قسمت میں تھا + گھلنا کڑھنا ہو ہو جانا خون ہو ہو جانا میرے نصیب میں تھا + اس وسیع دنیا میں ہر شئے عیش میں ہے اور نہیں ہوں تو میں + وجہ اس کی کیا ہے؟ یہی کہ اور جتنی چیزیں ہیں وہ اُس چیز سے (اسے نعمت کہوں یا مصیبت؟) بری ہیں، جس سے میرے رگ و ریشہ کی ساخت ہے + یعنی میں متجسس ہوں وہ نہیں ہیں ۔

(۲) ۔ سب سے پہلی حسین چیز جو مجھے یاد ہے، اور جس کا خیال اب تک مجھ پر اثر کرتا ہے وہ شفقت اور رقت، روحانیت و انسانیت کی دیوی ہے جسے ماں ۔ معاف کیجئے میں اب کچھ نہیں لکھ سکتا ، اس لفظ کے آتے ہی میں دھڑکنے لگا! دھڑک لوں تو لکھوں۔ ۔ ۔ ۔ کہتے ہیں + حسن میں نے سیکڑوں طرح کے دیکھے، اور سب میں کشش پائی، لیکن جتنی کشش اس حسین اور نرم شئے میں دیکھی کسی میں نہ دیکھی +

قدرت کی یہ سب سے نرم اور شفیق چیز مجھے بہت ہی پیاری معلوم ہوتی تھی ، اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ میں اُس کے پیارے چہرے کو دیکھنے کے لئے رو رہا ہوں اور مجھے گود میں اُٹھا لیا گیا ہے ، اور یہ خیال کر کے کہ میں بھوکا ہوں مجھے دودھ پلایا گیا ہے + حالانکہ اس کی بالکل ضرورت نہ تھی +

میں بس اُس کے دیکھتے، گھنٹوں اُس فرحت بخش، طمانیت بخش، محبت پاش، الفت انگیز چہرے کو۔ اُس چہرے کو جو مجھے عالم لاہوتی کی صورتوں کی جنہیں میں ابھی چھوڑ کے آیا تھا لیا و دلاتا تھا۔ دیکھنے کا خواہشمند تھا۔ کبھی میں اُس حسین شے کی سینے سے لپٹنے کی خواہش کرتا تھا۔ لیکن نہیں سکتا تھا۔ صرف ہمکتا تھا۔ اور وہ حسن کی دیوی، وہ شفقت و روحانیت کی پری، خدا ہی جانتا ہے میری خواہش کو کس طرح سمجھ لیتی تھی اور مجھے سینے سے لگا لیتی تھی، اور میں اُس وقت وہ خوشی محسوس کرتا تھا جو دُنیا کی تمام خوشیوں سے بالاتر ہے۔ میں جب اُس کے سینے سے لگتا تھا تو مجھے معلوم ہوتا تھا اور یہ معلوم ہو کے مجھے کیسی خوشی ہوتی تھی کہ میں اُس کے سینے سے میں بھی دھڑک رہا ہوں، وہاں بھی تڑپ رہا ہوں۔

دوسری حسین اور خوبصورت چیز جس نے مجھے اپنی طرف کھینچا وہ شمع تھی یہ نور عریاں مجھ گھنٹوں محو حیرت رکھتا تھا۔ اور کہیں قریب ہوا، تو میں اُس سے ملنے کے لئے اُس سے لپٹنے کے لئے بے اختیار اُس کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا۔

لیکن یہ کیا؟ مجھے روکتے تھے۔ کیوں؟ کیوں مجھے اُس حسین شے سے ملنے نہیں دیتے تھے؟ اس لئے کہ پہلی کی طرح ہر حسین شے شفیق نہیں، یہ حقیقت، یہ دلشکن حقیقت مجھے بعد میں معلوم ہوئی۔ اچھا ہوتا جب ہی معلوم ہو جاتی۔

چاند ـــ وہ بیجان مخلوق میں سب سے زیادہ طرب انگیز چیز یعنی چودھویں رات کا چاند۔ تو مجھے بالکل بیتاب کر دیتا تھا۔ اُسے بھی پکڑنے، اس سے بھی ملنے کی خواہش ہوتی تھی۔ میں اُسے اپنے پاس، اپنی طرف متوجہ سمجھتا تھا

سب کہتے تھے دیکھو دیکھو، کیسا ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے، آنکھ بھی نہیں جھپکتی" میں اُسے دیکھ دیکھ کے کھِل کھِلا کر ہنس پڑتا تھا، کیونکہ میں اپنی طرف مائل پاتا تھا، اور پھر اسے پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑہاتا تھا+ مگر آہ! چاند دور تھا حُسن دہوکا بھی دیتا ہے +

بس یہ زمانہ میری خوشی کا زمانہ تھا+ میں حسینوں سے گھرا رہتا تھا+ ہوا میں پریاں میرے پاس آیا کرتی تھیں، اور مجھ سے باتیں کیا کرتی تھیں، اور لطیفے کہہ کہہ کے مجھے ہنساتی تھیں+ فرشتے ایک زرین سیڑھی پر آسمان سے اُتر کے میرے پاس آتے تھے، مجھسے سرگوشیاں کرتے تھے اور مجھے گدگدا کے بھاگ جاتے تھے+ سیڑہی پر سے چڑہنے اور اترنے کا تانتا بندہا رہتا تھا، اور میں اُنہیں دیکھا کرتا تھا۔ گھر میں حسین، پاکیزہ، اور باعصمت عورتیں مجھے گھیرے رکھتی تھیں+ میں جسکی گود میں چاہتا جاتا، اور خوشی خوشی، قبول کیا جاتا تھا جس کے گالوں پر چاہتا ہاتھ پھیرتا اور سب ہنستے تھے+ جسکا چاہتا بوسہ لیتا، اور سب مجھے چومتے تھے+

(۳)۔ اس پہلنے زندگی میں، میں نے چند قدم اور ڈالے+

اب رنگ برنگ کی پتریاں مجھے اپنی طرف کھینچتی تھیں، میں اُنکی طرف دوڑتا تھا، اور وہ اُڑ جاتی تھیں حُسن کی بے اعتنائی دیکھی؟

ایک دن ایک پاک، سفید و بُراق کبوتر میرے ہاتھ میں آگیا! میں فرط محبت سے اُسے بھینچتا تھا، اُسے چومتا تھا، لیکن وہ پھڑپھڑا کے اور میرے ہاتھوں سے اپنے تئیں چھڑا کے اُڑ گیا+ حُسن قدر ناشناس ہے۔

ابھی میں کم عمر ہی تھا کہ مجھے ایک اور خوفناک حقیقت معلوم ہوئی۔ ہم چند نوعمر دل زمین پر بیٹھے ہوئے کھیل رہے تھے+ لڑکے بھی تھے، لڑکیاں

بھی تھیں، مٹّی کے گھروندے بنا رہے تھے، میرے پاس ایک حسین شاطر لڑکی بیٹھی تھی؛ ہم گھروندے بھی بناتے جاتے تھے، اور آپس میں باتیں بھی کرتے جاتے تھے؛ معلوم اُس نے کونسی ایسی بات کہی کہ مجھے بہت ہی بھلی معلوم ہوئی، اور میں نے اُس سے بے اختیار ہو کر ایک بوسہ مانگا؛ یا تو وہ ابھی مجھ سے ایسی گھُل مِل کے باتیں کر رہی تھی، یا اس سوال سے ایسا مزاج برہم ہوا، اور اُس نے مجھے ایسے زور سے جھڑکا، اس شدت سے ڈانٹا کہ میں کانپ اُٹھا، اور اب بھی جب خیال آتا ہے تو وحشت زدہ ہو جاتا ہوں؛ اللہ رے حُسن، تیرا غرور! لیکن نہیں، صنعت خالق میں، عورت کے سوا سب سے زیادہ پیاری صنعت - پھول - سے مجھے شکایت نہیں؛ اُس نے مجھ سے اجتناب نہیں کیا؛ بلکہ میری ہی طرف سے اُس پر زیادتی ہوئی؛ بجائے اس کے کہ وہ مجھے توڑے میں اُسے توڑتا تھا؛ پھول کبھی دلشکن نہیں ہوا، میں اکثر گلچیں بنا؛

کہا جاتا ہے کہ میں رئیس اعضا ہوں - خاک بھی نہیں؛ اگر میں رئیس اعضا ہوں، تو مثلاً میں جب اُس حُسن کی دیوی کو دیکھکر غش ہو جاتا ہوں اور حکم کرتا ہوں: "چلو اُس کی پرستش کریں، اُسکے قدموں پر اپنے تئیں ڈالدیں" کیا ہوتا ہے؛ میری ریاست دھری رہ جاتی ہے؛ رئیس اعضا کی کوئی نہیں سُنتا۔ دماغ (وہ مشیر باتدبیر جنسے خدا سمجھے جنہیں "مصلحت نہیں" "بری بات ہے" کے سوا اور کچھ آتا ہی نہیں) فرمانے لگتے ہیں: "بری بات ہے، عیب کی بات ہے، لوگ کیا کہیں گے، مانا کہ تم بُرے خیالات سے پاک ہو، لیکن دُنیا پر کیسے ثابت کرو گے" پاؤں زمین میں گڑ جاتے ہیں میں وہیں پس کے اور غصے میں خون ہو کے رہ جاتا ہوں۔

(۴) ابتدائے آفرینش عالم سے، ابتک لاتعداد تجربے میں لئے گئے اور

بیشمار اشخاص سے پالا پڑا، کسی کو دوست پایا، کسی کو دشمن، کسی کو میری طرف سے بے پروا +

انہیں، جنہوں نے اپنی طرف کھینچا، میں کبھی بھولوں گا تھوڑا ہی + بخد میں مجھے لیلا نے بہت پریشان کیا، ایران میں شیریں کے ہاتھوں میں بہت بھٹکا مگر آہ! شکنتلا! شکنتلا! وہ مجھ پر مہربان تھی، لیکن او ہیلن! تو بے پروا تھی اور کیسی بے پروا کہ لاکھوں خلق خدا کا خون کرا گئی ؛

سوانح عمری میں حقیقت سے گریز نہ کرنی چاہئے + حقیقت یہ ہے کہ بعض کو میں نے بھی تباہ کر دیا، جو ناچ چاہا انہیں نچایا۔ قیس عامر کا جب خیال آتا ہے تو میں بہت ہی کڑھتا ہوں + فرہاد کی زندگی تلخ کر دی + ہند کے بادشاہ جہانگیر کو بھی میں نے بہت ستایا +

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں + ظلم اور سختی سے (جو معنوی بدصورتی ہے) میری ازلی دشمنی ہے، اور حد سے زیادہ تعقل سے مجھے نفرت ہے یہی وجہ ہے کہ بیکن، بو علی سینا، ابن رشد، اقلیدس، نپولین، تیمور اور چنگیز کو اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔ لیکن جہاں یہ میرے دشمن تھے، وہاں میرے مداح میرے رفیق میرے دوست بھی ہوئے ہیں شیکسپیر کو میں نہ بھولونگا۔ کالیداس حافظ، اکبر، کبیر کی یاد مجھ میں ہمیشہ تازہ رہیگی — یہ میرے دائمی دوست تھے اور سچے دوست تھے۔ [۱]

---

[۱] یہ خیال کیجئے کہ میرے دوست یا دشمن اگلے زمانے ہی میں ہوئے، اب نہیں ہیں۔ اب بھی ہیں مگر میں نام نہیں لیتا۔ مثال کے طور پر دو ایک نام گنا دیتا ہوں۔ دشمنوں میں میرے دشمن لارڈ کچنر بہادر ہیں اور ایڈیٹر عصر جدید۔ دوستوں میں دوست میری بارہ دوست اقبال ہیں جنکا ایک شعر مجھے بہت بھاتا ہے اور اسکے لئے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں + (اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل + لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے)

(۵) میں نے مشرق اور مغرب میں جو سفر کئے ہیں اور جو تجربے اور واقعات نظر سے گذرے ہیں وہ بھی نہایت حیرت خیز ہیں.

سب سے پہلے مجھے یہ کہنا ہے کہ مشرق ہو یا مغرب، یورپ ہو یا ایشیا، میں نے ہر جگہ، ہر جگہ بد نظمی، ہر جگہ لٹیروں، قزاقوں کو در پے آزار دیکھا+ مشرق بالخصوص ہندوستان سے مجھے بہت شکایت ہے+ مجھ پر چاروں طرف سے حملے ہوتے ہیں، لیکن کس طرح؟ دلیرانہ سامنے آکر حملے نہیں کئے جاتے، بلکہ گاڑی کی جھلملیوں میں سے، جھروکوں میں سے، کھڑکیوں میں سے، گھونگٹوں میں سے، آنچلوں میں سے مجھ پر تیر برسائے جاتے ہیں اور میں جواب نہیں دے سکتا+ بارہا حملہ آوروں کے نرغے میں پھنس گیا ہوں، مگر نظر اُٹھا کے دیکھتا ہوں ـ مدافعہ کی غرض سے نہیں، کیونکہ اس کی طاقت نہیں، بلکہ استرحام، التجا کی نیت سے ـ تو حملہ آوروں کا پتہ نہیں، چشم زدن میں غائب. غرفہ بند، گھونگٹ کھینچا ہوا، نقاب پڑا ہوا ہے، گویا کبھی حملہ ہوا ہی نہ تھا. یہ انصاف ہے؟ مانا کہ "الحرب خدعۃ" لیکن بہادر للکار کے خبردار کر کے حملہ کرتے ہیں+

پھر مشرق جیسا وسیع ملک، اور ہر جگہ مجھے پھانسنے کے لئے جال پھیلے ہوئے ہیں+ ایک دن میں خیال میں مستغرق، دنیا و مافیہا سے بیخبر، اپنی طرف سے اور کل عالم سے مطمئن اور شاد جا رہا تھا کہ یکایک ایک اندھیرے گھپ میں داخل ہو گیا۔ اس اندھیرے گھپ میں جال، اور وہ بھی کالا، پھیلا ہوا ہے، اب جتنی نکلنے کی کوشش کرتا ہوں، اتنا ہی اور پھنستا جاتا ہوں، جتنا تڑپ کے باہر آنا چاہتا ہوں، اتنے ہی جال کے بند مجھے گھیرے لیتے ہیں+ یا اللہ میں کس بلا میں پھنس گیا! جیب میں ٹھٹک گیا، تو رضا بقضا میں نے

تحصیل لاحاصل کی کوشش چھوڑ دی۔ اندھیرا زیادہ تھا، پہلے تو مجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا جب نظر اس اندھیرے کی عادی ہوگئی تو مینے دیکھا کہ ایک میں ہی اکیلا یہاں نہیں ہوں، بلکہ اس جال میں اور بہت سے دل پھنسے ہوئے ہیں، اس سے کچھ خاطر جمع ہوئی، اور خیال کیا کہ ان لوگوں سے مل کے کوئی تدبیر نکلنے کی کریں گے + اس لئے میں نے انسے مخاطب ہو کے کہا: بھائیو! جس مصیبت میں میں مبتلا ہوں، اسمیں تم مجھسے پہلے پھنسے ہو، بہر حال اس سے خلاصی پانے کی کوشش کرنی چاہئے + شاعر نے

دو دل یک شود بشکند کوہ را | پراگندگی آرد انبوہ را۔

کہا ہے، اور ہم تو دو دل نہیں، اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو سیکڑوں دل ہیں، اور یہ پہاڑ نہیں، نہایت باریک جال ہے، یا اللہ کہہ کے سب ایک ساتھ جست کریں تو کیا عجب کہ اس جال کو توڑ دیں اور رہائی پائیں!"

عشق اسیری میں نے یہیں دیکھا + میری اس معقول تجویز کو سننا، اور اُسپر عمل کرنا کیسا، سبنے مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ "تجھسے کس نے کہا تھا کہ تم یہاں آؤ اور آئے تھے تو تاصح بنکے تو نہ آئے ہوتے، اس دھوکے میں ہم نہ آئینگے۔ بڑے آئے باتیں بنانے والے، ہم بھی قائل ہیں، کیا ترکیب سوچی ہے، ہمیں باہر نکال کے، خود اکیلے یہاں رہنا چاہتے ہیں ماشاء اللہ! ماشاء اللہ! اگر

بروایں دام بر مرغ دگر نہ | کہ عنقا را بلند است آشیانہ"

مجھے نہایت غصہ آیا، مگر چپ ہو رہا، اکیلا تھا، کیا کرتا +

لیکن تعجب کی بات سنئے، کچھ عرصہ یہاں رہتا تھا کہ اینجانب بھی اس اسارت سے محبت کرنے لگا۔ جتنے جال کے بند کھینچے جائیں، اتنے ہی ہم خوش ہوتے جائیں۔ خدا سے دعا مانگیں کہ الٰہی یہ بند کبھی ڈھیلے نہ ہوں، بلکہ اور تنگ ہوں۔ تاہم کبھی کبھی اپنی حالت پر افسوس بھی آتا تھا، اور چھٹکارا پانے کی خواہش ہوتی تھی +

ایک دن عزم بالجزم کرکے، اور نہایت زور سے پھڑپھڑا کے، میں وہاں سے نکل آیا۔ باہر آیا

تو معلوم ہوا کہ میں ظلمات گیسو میں پھنس گیا تھا۔ اس رہائی پر خدا کا شکر کر رہا تھا۔ اندھیرے سے نکل کے روشنی میں آیا تھا، مگر یہاں قدم قدم پر میرا پاؤں پھسل جاتا، (زمین نہایت چکنی تھی)، کہ یکایک اڑ اڑا دھم۔

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

میں ایک کنوئیں میں تھا۔ یہاں بھی ظلمات گیسو کی طرح اور بہت سے دل تھے۔ اب چونکہ مجھے ان حضرات کا تجربہ ہو گیا تھا، میں نے پہلے کی طرح اُن کو سمجھانے کی غلطی نہیں کی بلکہ ایسے معذرت چاہی اور کہا کہ: میں مخل ہوا۔ مگر میں عمداً نہیں آیا، امید ہے کہ معاف فرمایا جاؤنگا۔" نیز یہ کہ "میں یہاں سے نکلنے کی جتنی جلد ممکن ہو گا، کوشش کرونگا" یہاں اس قدر روشنی تھی کہ میری آنکھ خیرہ ہوئی جاتی تھی۔ اور اُس پر ستم یہ کہ کنوئیں کے اوپر برابر بجلی چمکتی تھی، لیکن بجلی کے چمک کے ساتھ گرج نہ تھی، بلکہ نہایت لطیف اوچدار نغمہ ساں آواز جسے ہنسی کہہ سکتے ہیں آتی تھی۔

یہاں سے معلوم نہیں میں نے کس طرح نجات پائی، میں تو سمجھتا ہوں محض تائید غیبی تھی۔ نکلا تو معلوم ہوا کہ میں خوش قسمتوں میں سے ہوں ورنہ چاہ ذقن میں (قارئیں سمجھ ہی گئے ہونگے کہ میں رخساروں پر سے پھسل کر چاہ ذقن میں گر پڑا تھا) گر کے نکلنا دشوار ہے۔ برق تبسم اور نغمہ خندہ پاگل کر دیتے ہیں۔

مشرق میں میں نے اس قدر ٹھوکریں کھائی تھیں کہ میں یہاں سے بھاگا۔ مغرب میں گیا، سوچا یہاں آرام و سکون نصیب ہو گا۔ مگر آرام اور سکون کیسا۔ یہاں بھی وہی بدنظمی، وہی لوٹ۔

بدنظمی ہی، لوٹ ہی، پھر بھی مشرق کے برابر مجھے مغرب سے شکایت نہیں یہاں لوٹ ہی، قزاقی ہی، ٹھگی نہیں۔ یہاں لٹیرے ڈنکے کی چوٹ ڈاکا ڈالتے ہیں۔

یہاں میں جہاں جاتا تھا، تیروں کی بوچھاڑ مجھپر ہوتی تھی، لیکن مجھے خبر بھی نہ ہوئی

جاتی تھی کہ "ہم تیر برساتی ہیں بچ سکتے ہو تو بچو" گویا سینہ سپر ہو یہاں تیرانداز، تیر چھوڑ کے غائب نہیں ہو جاتی تھے، بلکہ اگر میں پوچھتا کہ "کسنے تیر مارا؟" تو جواب کڑک کے ملتا: "ہمنے"

"کیوں"

"ہمارا کام یہی ہے، ہم اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں، اور ابھی تو مشق تیراندازی ہے"

"ابھی صرف مشق ہی ہو رہی ہے؟"

"بیشک ابھی صرف مشق ہی ہو رہی ہے جب قادر انداز ہو جاتے ہیں تو وہ تیر مارتے ہیں کہ کسی کو اتنی قوت نہیں رہتی کہ ہمسے سوال کر سکے، اور ہم کبھی آڑ کے پیچھے ہو کر تیر نہیں مارتے یہ بزدلی ہے اور ہمارے اصول جنگ کے خلاف ہے۔ زیادہ سے زیادہ آڑ اگر ہم کبھی کرتے ہیں تو صرف دستی پنکھے کی کرتے ہیں اور بس۔ اور یہ بھی لڑائی کی شان بڑھانے کے لئے، ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہے"

"تو آپ اس بات سے شرماتے نہیں، کہ آپ تیرانداز ہیں، قزاق ہیں؟"

"پھر وہی کج بحثی، کہہ تو دیا کہ ہمارا کام یہی ہے، قدرت نے ہمکو اسی لئے پیدا کیا ہے۔ کیا آفتاب کا کام ضیاپاشی نہیں ہے؟ اب اگر چمگادڑ کہے کہ تو نہ نکل، میں تاب نہیں لا سکتی، شبنم کہے کہ شعر رفشاں نہو میں فنا ہو جاؤں گی، تو وہ مظہر شان کبریائی منبع نور و روشنائی یعنی عظمت و جلالت والا شوکت و حشمت والا آفتاب اُنکی نہیں سنیگا، یہی نہیں بلکہ نہ سننے پر مجبور ہے۔ قانون قدرت کا تابع ہے"

مگر گستاخی معاف، وہ بھی تو آپ کے ہی ہم جنس ہیں جو مشرق میں چھپ چھپ کر، ڈر ڈر کے ادہر ادہر دیکھ کے کہ کوئی دیکھتا نہو، تیر مارتے ہیں۔ یہ کیوں؟"

"دیکھا، تیر مارنے سے وہ بھی نہیں چوکتیں! آپ اپنی اس خصلت سے نادم کیوں نظر آتے ہیں، یہ ہم نہیں جانتے؛ وہ جانیں، اور ان کے تیر کھانیوالے جانیں"

مگر مغرب میں سب سے زیادہ ظالم (فریاد فریاد ان کے ستموں کی) وہ تھے جو تیر مارتے تھے، برچھیاں کھبوتے تھے، لیکن جب میں شکایت کرتا تھا تو صاف مکر جاتے تھے: "ہمنے

ممیرے کا سُرمہ

...قہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

...معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی
...سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے
...ضعف بصارت - تاریکی چشم - دھند - جالا - پڑوال - غبار - پھولا - جبل - سرخی - ابتدائی موتیا بند
...پانی جانا - خارش وغیرہ - معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اس سرمہ کا
...ل کرتے ہیں - چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی
...سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے - قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ خاص و عام اس سُرمہ
...فائدہ اٹھا سکیں - قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے ۶ع ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی
...ہے (خالص ممیرہ فی ماشہ ۵ع) مصری سرمہ فی تولہ ۴ خرچ ڈاک ذمہ خریدار - درخواست کے وقت
...ر کا حوالہ ضرور دیں - **المشتہر**

پروفیسر میاں سنگھ اہلو والیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

...ن سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

...یں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو
...ر میاں سنگھ اہلو والیہ نے ایجاد کیا ہے - بڑی بیش قیمت اور
...دوا ہے - بالخصوص حسب ذیل امراض کے لئے بمنزلہ اکسیر ہے
...ے پانی کا بہت جانا - دھند - سوزش ہر قسم جسکو آنکھ آنا
...یں - جلن اور کمزوری نظر - ناخنہ - باہر اور اندر کی جھلی کا زخم
...ن سے پیپ کا گرنا - چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیائی
...یں ہے اس لئے ہر کسی کے لئے اسکا استعمال مفید ہے - مفصلات میں
...اتی ڈاکٹروں کا ملنا مشکل ہے - وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور

پاس رکھنا چاہئے - اس لئے میں بلا شک و شبہ شہادت دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا مرض کے لئے ممیرے کا
سرمہ ضروری ہی مفید ہے - راقم ڈاکٹر - ایم - بی سانگلی خانصاحب بہادر ایم ڈی
ایم ایس سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ انگلینڈ امرت سر -

۲ - جناب میر دادخان صاحب تسلیم - میں نے آپکا ممیرے کا سرمہ استعمال کیا - میں تصدیق کرتا
ہوں - کہ بیشک یہ سرمہ کمزوری چشم کے لئے بہت مفید ہے - میری آنکھیں بالکل کمزور
تھیں - لگاتار ایک پہر کام کرنے سے معذور ہو جاتا تھا - اب میری یہ کیفیت
ہے کہ صرف ۴ روز کے استعمال سے تین تین پہر بلکہ تمام دن اچھی طرح کام کر سکتا
ہوں - راقم میاں خورشید محمد خاں خلف نواب محمد خاں صاحب بہادر رئیس اعظم ریاست بھوپال

...ج ہزار روپیہ انعام ۵ اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب بیس ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے اسکو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا جو لاہور کے پنجاب بنک میں اسی طلب کے لئے ۶ مارچ ۱۹۰۶ء سے جمع کیا گیا ہے -

عورتیں زیادہ مرتی ہیں یا مرد؟ عورتیں !

چونکہ ایام ماہواری (استری ماسک دھرم) میں بگاڑ تمام بیماریوں کی جڑ ہے - اور یہ بیماری ۸۰ فیصدی عورتوں میں
پائی جاتی ہے - اس لئے اکثر عورتیں تمام عمر کسی نہ کسی بیماری میں ضرور مبتلا رہتی ہیں - عورتیں جہالت کے باعث
اپنے مردوں کے پاس اس بیماری کا ذکر کرنا شرم سمجھتی ہیں - مگر جاہل عورتوں کے علاج اور واہی تباہی ادویات
مردوں سے پوشیدہ پوچھ پاچھ کر کرتی رہتی ہیں - مرد بھی بے پروائی اور جھوٹی شرم سے علاج تو درکنار عورتوں کی بیماری
کا ذکر کرنا عار سمجھتے ہیں - اس لئے ہمیشہ یاد رکھو - عورتوں میں یہ بیماری روز بروز بڑھ جانے سے عورتیں بن آئی موت مرتی ہیں

۱ - عورت کو اگر سر کا درد رہتا ہے .... دریافت کرنے پر .... ایام ماہواری میں نقص
۲ - عورت کو اگر کمر کا درد رہتا ہے .... معلوم ہو جائیگا .... تو بھی
۳ - ہسٹریا (باد گولہ) کی بیماری ہے - ....
۴ - قبض کی شکایت رہتی ہے - ....
۵ - خون کی کمی ہے ....
۶ - ماہواری خون اگر درد سے آتا ہے یا بند ہو - ....
۷ - بد ہضمی اور گرانی شکم رہتی ہے - ....
۸ - اگر اولاد نہیں (بشرطیکہ بانجھ نہ ہو) عمر ۴۰ سال سے زیادہ نہ ہو - ....
۹ - پیلا رنگ ہو - عورت اگر کمزور ہے ....
۱۰ - ایام ماہواری اگر بے قاعدہ یا کم و بیش آتے ہیں ....

مدن گوپال کمپنی نمبر ۷ لاہور } عورتوں کی خاص بیماریوں کا علاج منگاؤ - اور انکو اس دکھ سے رہائی دو قیمت دو روپے (عہ)

چار عجیب و غریب چھوٹی کتابیں } قیمت مجموعہ چاروں کتابیں

مکمل سٹ ۸ | ۴ سٹ ۱۲ آنہ | ۱۰ سٹ للعہ

۱ - کیمیائے ہستی - یعنی صحت - دولت اور راحت کے اسرار
۲ - حصول دولت - یعنی بیس روپے روز کمانے کا طریقہ
۳ - کلید کامیابی - یعنی دوسروں پر مقناطیسی اثر ڈال کر جاہ و جلال - زر و مال حاصل کرنے کا راستہ
۴ - ناداری سے نجات کا راستہ

پنجاب پبلشنگ ھاؤس نمبر ۷ لاہور